ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

جلد نمبر 30 ...... شمارہ نمبر 09 ...... ستمبر 2023

(قیمت 10 روپے)

Registered No. CPL-13

جبری گمشدگیاں: ماؤں کے جگر گوشے کہاں ہیں؟

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل			
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثرورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کرکے بھیجیں

فہرست

اگلی منتخب حکومت جبری گمشدگیوں کے معاملے پر بامعنی کارروائی کومزید مؤخر کرنے کی متحمل نہیں ہوسکتی 03

جڑانوالہ میں مسیحی برادری پر حملوں میں مقامی مسلم مذہبی رہنما ملوث تھے: ایچ آر سی پی فیکٹ فائنڈنگ مشن 04

جبری گمشدہ افراد کو انصاف تک فوری رسائی دینے کا مطالبہ 06

جڑانوالہ، پنجاب میں ہجوم کے حملوں سے گرجا گھروں کی تباہی ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ 08

چولستانی اپنے حقوق کا دفاع کیسے کریں 12

پوری اجرت ملتی ہے اور نہ کوئی مراعات، سماجی جبر الگ ہے مگر کام کرتے رہنا ہے 13

ریل کی پٹڑی یا موت کی لکیر 16

حارث خلیق کی کتاب ''حیران سربازار'' 17

قلم آزاد 18

بچیوں کی تعلیم میں حائل تمام رکاوٹیں ختم کی جائیں، ایچ آر سی پی 21

اگلی منتخب حکومت جبری گمشدگیوں کے معاملے پر بامعنی کارروائی کومزید مؤخر کرنے کی متحمل نہیں ہوسکتی

حنا جیلانی
چیئر پرسن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

جبری گمشدگیوں کے عالمی دن کے موقع پر، پاکستان کمیشن برائے اِنسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے اِس امر پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ نہ تو متاثرین کا سراغ لگانے میں کوئی پیش رفت ہوسکی اور نہ ہی مجرموں کا محاسبہ ہوسکا ہے۔ سول سوسائٹی اور متاثرین کے اہلِ خانہ نے کئی بار مطالبہ کیا کہ جبری گمشدگیوں پر قانون سازی کی جائے مگر ریاست ایسا کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اگلی منتخب حکومت اگر انصاف اور جوابدہی کے اصولوں کی پاسداری میں سنجیدہ ہے تو وہ اِس معاملے میں مزید ٹال مٹول سے کام لینے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

اسلام آباد میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے، ایچ آر سی پی کے کونسل رُکن اور سابق سینیٹر فرحت اللہ بابر نے کہا کہ جولائی 2019 میں جنرل ہیڈ کوارٹرز میں ایک خصوصی سیل قائم ہونے کے باوجود جبری گمشدگیوں کے خاتمے پر کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی۔ بابر صاحب کا کہنا تھا کہ کابینہ کی اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی، پارلیمانی کمیٹیوں اور عدالتِ عالیہ پشاور نے متاثرین کی رہائی اور بازیابی کے لیے کئی مطالبے کیے مگر اُن کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ اُنہوں نے شفافیت اور جوابدہی کی ضرورت پر زور دیا اور حکام سے پُرزور اپیل کی کہ غیر قانونی حراستی مراکز بند کیے جائیں جہاں کئی جبری گمشدہ افراد کو مبینہ طور پر رکھا جاتا ہے۔ بابر صاحب نے یہ بھی کہا کہ جبری گمشدگیوں کے بل پر سیاسی بحث و تکرار اور پارلیمانی ایجنڈے سے اِس کا مسلسل اخراج ظاہر کرتا ہے کہ ریاست اِس معاملے پر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کررہی ہے۔

لاہور میں ایک اجلاس کے دوران، ایچ آر سی پی کی چیئر پرسن حنا جیلانی نے زور دے کر کہا کہ اِس جرم کی تعریف اور اس کے لیے سزا کا تعین عالمی اصولوں کو مدِنظر رکھ کر کیا جائے۔ اُنہوں نے تشدد، ماورائے عدالت قتل اور خفیہ حراستوں کی مذمت کی اور ایسے مستحکم قانونی ڈھانچے کی ضرورت پر زور دیا جو شہری آزادیوں کو تحفظ دے سکے۔ محترمہ جیلانی نے جبری گمشدگیوں پر قائم انکوائری کمیشن کی مایوس کن کارکردگی پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اُن لوگوں کا بھی محاسبہ کیا جائے جو ایسی خلاف ورزیوں کا حکم یا اجازت دیتے ہیں۔ اُن کا مزید کہنا تھا کہ ذمہ دار عناصر کی طرف سے کیے گئے ''غیر جانبداری'' کے دعوے بے نقاب ہوگئے ہیں۔

جڑانوالہ میں مسیحی برادری پر حملوں میں مقامی مسلم مذہبی رہنما ملوث تھے: ایچ آر سی پی فیکٹ فائنڈنگ مشن

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے مطابق، 16 اگست کو جڑانوالہ میں مقامی مسیحی برادری پر ہجوم نے وحشیانہ حملے کر کے کم از کم 24 گرجا گھروں، کئی چھوٹی عبادت گاہوں اور درجنوں گھروں کو آگ لگائی اور لوٹ مار کی۔ ایک مسیحی شخص پر توہینِ مذہب کے الزامات لگنے اور افواہیں پھیلنے کے بعد مسجد کے اسپیکرز سے اعلانات کے ذریعے مسلمانوں کو کارروائی کرنے پر اُکسایا گیا جس کے باعث قصبے میں ہزاروں لوگ جمع ہو گئے اور پھر اُنھوں نے مسیحی عبادت گاہوں اور گھروں کا رخ کر لیا۔

ایچ آر سی پی کی چیئر پرسن حنا جیلانی، سنٹر فار سوشل جسٹس کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر پیٹر جیکب، ویمن ایکشن فورم کی سینئر رُکن نیلم حسین اور تاریخ دان و انسانی حقوق کے کارکن یعقوب بنگش پر مشتمل مشن نے کہا ہے کہ اِس شبہ کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ یہ ہجوم (جو حملوں کا سبب بنا) بغیر سوچے سمجھے یا اچانک جمع نہیں ہوا بلکہ مقامی مسیحیوں کے خلاف وسیع تر نفرت انگیز مہم کا حصہ تھا۔

مشن کو احساس ہے کہ پولیس کے پاس ایک چھوٹے قصبے میں بڑے پیمانے کے تشدد پر قابو پانے کے لیے مناسب انتظامی وسائل اور قانون کے نفاذ سے متعلق دیگر ذرائع دستیاب نہیں تھے جس کی وجہ سے اسے صورت حال سے نمٹنے میں مشکلات پیش آئیں، تاہم، پولیس کی طرف سے واقعے پر جوابی کارروائی کرنے میں تاخیر اور ہجوم پر قابو پانے کے لیے ناقص حکمتِ عملی اختیار کرنے کا معاملہ تشویش کا باعث ہے۔

مشن نے توہینِ مذہب کے قوانین پر نظرثانی کرنے کی تجویز پیش کی ہے تا کہ ان قوانین کو کسی فرد یا مذہبی اقلیت کے خلاف ناجائز طور پر استعمال نہ کیا جا سکے۔ اِس کے علاوہ، منظّم انتہا پسند گروہوں سے نمٹنے کے لیے ضروری پالیسیاں اور حکمت عملیاں اپنائی جائیں، خاص طور پر قانون کے نفاذ اور امن وامان کے قیام کے حوالے سے تا کہ اِس قسم کے گروہ ریاست کی عملداری کو نقصان پہنچانے کے نہ تو قابل رہیں اور نہ ہی اُنھیں اِس کی اجازت ہو۔

مشن نے حکومتِ پنجاب سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ 2009 میں گوجرہ میں مذہبی فسادات کے بعد ہونے والی عدالتی تحقیقات کی سفارشات پر عمل درآمد کرے تا کہ ایسے منظّم مسلم مذہبی گروہوں کا محاسبہ ہو سکے جو مذہبی اقلیتوں پر تشدد کے اِرادوں کا کھلے عام اظہار کرتے ہیں۔ حکومت کو کسی کمیونٹی کے خلاف نفرت انگیز تقاریر کرنے والے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہیے۔

حکومت متاثرہ برادری کے نقصانات کے ازالے کے لیے فوری اقدامات کرے اور جڑانوالہ میں حملوں کا نشانہ بننے والے مسیحی گھروں اور جائے عبادات کی تعمیرِ نو کرے۔ معاوضے کی رقم لوگوں کو پہنچنے والے نقصانات کو مدِنظر رکھ کر طے کی جائے اور جلد از جلد تقسیم کی جائے۔ انتظامیہ کھلے عام وضاحت دے کہ اسسٹنٹ کمشنر جو عقیدے کے اعتبار سے مسیحی ہیں، کا تبادلہ اُن کی کسی غلطی کی وجہ سے نہیں بلکہ اُنھیں اور اُن کے اہل خانہ کو تحفظ دینے کے لیے کیا گیا ہے۔

مذہبی اقلیتوں کی جائے عبادات کے تحفظ کے لیے الگ پولیس فورس کے قیام کے حوالے سے عدالتِ عظمٰی کے 2014 کے حکمنامے پر فوری طور پر عمل درآمد کیا جائے اور اِس مقصد کے لیے درکار مالی وسائل کی فراہمی میں مزید تاخیر نہ کی جائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 25 اگست 2023]

پی ٹی آئی سے وابستہ عورتوں کی حراست کے معاملے میں شفافیت کا فقدان اور جیل میں عمران خان کو جائز سہولیات کی عدم دستیابی باعثِ تشویش ہے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو 9 مئی کے فسادات کے بعد پی ٹی آئی کی گرفتار شدہ عورتوں کی حراست کے معاملے میں شفافیت کے فقدان پر تشویش ہے۔ اُن کی گرفتاری کو تین ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے مگر اب تک یہ واضح نہیں ہو سکا کہ اِس وقت جیل میں کتنی عورتیں قید ہیں، اُن پر الزامات کی نوعیت کیا ہے، وہ کہاں قید ہیں، اُنھیں کس عدالت میں پیش کیا جانا ہے اور اُن کے ریمانڈ کے لیے چالان جاری ہوئے ہیں کہ نہیں۔ یہ صورتِ حال ناقابل قبول ہے۔ ایچ آر سی پی ریاست کو یہ یاددہانی بھی کروانا چاہتا ہے کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کے سیکشن 167 کی رُو سے، عورتوں کو سنگین جرائم کے علاوہ کسی اور معاملے میں ریاستی تحویل میں نہیں رکھا جا سکتا۔

ریاست کا فرض ہے کہ وہ کسی بھی شہری کو حراست میں لینے کے لیے نہ صرف قانونی طریقہ کار کی پیروی کرے بلکہ اُن کی حراست سے متعلق تمام معلومات ظاہر کرے تا کہ زیر حراست لوگ باضابطہ قانونی کارروائی کا حق استعمال کر سکیں۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہے کہ یہ ناروا سلوک اُن سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جنھیں ریاستی اداروں کی سرپرستی حاصل نہیں رہتی۔ یہ سلسلہ اب ختم ہونا چاہیے۔ ایچ آر سی پی کو اِن الزامات پر بھی تشویش ہے کہ سابق وزیر اعظم عمران خان کو اٹک جیل میں ایسے حالات میں رکھا جا رہا ہے جو پاکستان جیل ضوابط 1978 کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتے ہیں۔ محکمہ جیل خانہ جات پنجاب کو ان الزامات کی تحقیقات کرنی چاہیے اور یقینی بنانا چاہیے کہ خان صاحب کو وہ تمام سہولیات میسر ہوں جن کے وہ قانون وضابطے کے لحاظ سے مستحق ہیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 22 اگست 2023]

ایچ آر سی پی کی کانفرنس میں 1973 کے آئین کا تنقیدی جائزہ لیا گیا

1973 کے آئین کے 50 برس مکمل ہونے کی مناسبت سے منعقدہ ایک کانفرنس میں، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے کہا کہ آج کے اجتماع نے ہمیں موقع فراہم کیا ہے کہ ہم آئین کو شہریوں اور ریاست کے درمیان سماجی معاہدہ تصور کر کے اِس کا بغور جائزہ لیں۔ اِس تناظر میں، ایچ آر سی پی کی

چیئرپرسن حنا جیلانی نے کہا کہ آئین زندہ دستاویز کے طور پر صرف اُسی صورت میں کام کر سکتا ہے جب پارلیمان اِسے سماج اور ریاست کے بدلتے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی دانشمندی اور دُوراندیشی رکھتی ہو۔

تقریب کے پہلے سیشن میں پاکستان میں آئینی تاریخ کے ارتقاء پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے، ایچ آر سی پی کی کونسل رُکن نسرین اظہر نے نشاندہی کی کہ قرارداد مقاصد نے آئین کے حصے کے طور پر مذہبی اقلیتوں کی محرومیوں میں اضافہ کیا ہے۔ محقّق اور آئینی معاملات کے ماہر ظفر اللہ خان نے کہا کہ آئین کو 'ریاستی معاملات چلانے کے لیے رہنما اصولوں کی کتاب' تصور کرنا چاہیے۔ اُن کا مزید کہنا تھا کہ آئین پر نظرِ ثانی کر کے اِسے اِس کی اصل روح اور سماج میں ہونے والی تبدیلیوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے بنیادی حقوق کے باب میں عالمی انسانی حقوق شامل کیے جائیں۔ نشست کی نظامت کرتے ہوئے، ماہرِ تعلیم ڈاکٹر ناظر محمود نے کہا کہ آئین میں بچوں، نوجوانوں اور معذوریوں سے متاثرہ افراد کے حقوق کو اہم مقام دینے کی ضرورت ہے۔

صحافی عاصمہ شیرازی نے آئین اور وفاق کے درمیان تعلق پر دوسرے سیشن کی نظامت کرتے ہوئے کہا کہ 'مخلوط پلس ریاست' (hybrid -plus state) نے سیاسی جماعتوں کو کمزور کر دیا ہے۔ سابق سینیٹر افراسیاب خٹک کا کہنا تھا کہ دستوری ریاست (de jure) اور حقیقی ریاست (de facto) کے درمیان تضاد اور 'اکثریت کے جبر' نے بلوچستان اور سابق فاٹا جیسے 'مضافات' کو پسماندگی میں دھکیلا ہے۔ عوامی پالیسی کے ماہر عبداللہ دایو نے کہا کہ ایک اور میثاقِ جمہوریت کی ضرورت ہے جس میں مرکزی دھارے کی جماعتوں اور چھوٹی قوم پرست سیاسی جماعتوں کو شامل کیا جائے تاکہ وفاق پر اعتماد پیدا کیا جا سکے۔

تیسرے پینل نے اِس امر کا جائزہ لیا کہ آئین نے خطرات میں گھرے اور پس ماندہ لوگوں کے حقوق کو کس حد تک تحفظ فراہم کیا ہے۔ ایچ آر سی پی کی رُکن فاطمہ عاطف نے سیشن کی نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے نے کہا کہ مذہب اور ریاست کی علیحدگی ضروری ہے۔ خواجہ سرا برادری کے حقوق کی کارکن نایاب علی کا کہنا تھا کہ آئین اِنسانی عظمت اور مساوات کے حق کی ضمانت تو دیتا ہے مگر کھلے الفاظ میں یہ واضح نہیں کرتا کہ یہ حقوق صنفی اقلیتوں کو بھی حاصل ہیں۔ آل گورنمنٹ ایمپلائز گرینڈ الائنس (پاکستان) کے چیف کوآرڈینیٹر رحمان باجوہ نے اِسی نکتے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ آئین نے غیر رسمی مزدوروں کے حقوق کا واضح طور پر تحفظ نہیں کیا۔

انسانی حقوق کے کارکن علی احمد جان نے آئین کی ایک بنیادی خامی کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ یہ گلگت بلتستان اور 'ثقافتی اقلیتوں' کی شناخت کو تسلیم نہیں کرتا جس کی وجہ سے اُن کے خطرات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ محقّق اور صنفی حقوق کی کارکن ڈاکٹر صبا گل خٹک نے کہا کہ آئین نے پناہ گزینوں کے روزگار کے حق کا تحفظ نہیں کیا جبکہ اسلام آباد ہندو پنچایت کے صدر پریتم داس راٹھی نے مذہبی اقلیتوں کو تشدد سے بچانے میں ناکامی پر آئین کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اِسی طرح نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس کے کارکن طارق غوری نے مطالبہ کیا کہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق سے متعلق جناح کی 11 اگست کی تقریر کو آئین کا حصہ بنایا جائے۔

چوتھے سیشن میں جس کی نظامت بلدیاتی حکومت سے متعلق امور کی ماہر فوزیہ یزدانی نے کی، صحافی منیزے جہانگیر نے آئین کے آرٹیکل 19 کے تحت اظہارِ رائے کی آزادی پر عائد پابندیوں پر سوال اُٹھایا۔ سابق رُکن قومی اسمبلی دانیال عزیز نے آئینی خلاف ورزیوں کی حمایت کرنے پر عدلیہ کے کردار کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے تجویز پیش کی کہ جماعتوں کے اتفاقِ رائے سے مشترکہ مفادات کونسل کو مضبوط کیا جائے۔ شہید بھٹو فاؤنڈیشن کے چیف ایگزیکٹیو آصف خان نے تجویز پیش کی کہ بائیں بازو کے رجحانات رکھنے والی جماعتوں کو مزدوروں کے حقوق کو آئینی تحفظ کو استحکام دینے کے لیے قائدانہ کردار ادا کرنا چاہیے۔ سابق سینیٹر فرحت اللہ بابر نے اِن کلمات کے ساتھ اجلاس کا اختتام کیا کہ اس میں تو کوئی دو رائے نہیں کہ 9 مئی کے فسادات کی تمام سیاسی جماعتوں کو مذمت کرنی چاہیے لیکن اِن فسادات کو غیر جمہوری قوتوں کے اختیارات و کردار کو وسعت دینے کے لیے بطورِ جواز استعمال نہ کیا جائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 28 اگست 2023]

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

جبری گمشدہ افراد کو انصاف تک فوری رسائی دینے کا مطالبہ

انسانی حقوق کے معاملے پر اقوامِ متحدہ کے ماہرین نے تمام ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ جبری گمشدگیوں کے متاثرین کو انصاف تک موثر رسائی فراہم کریں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ان متاثرین میں وہ تمام افراد بھی شامل ہیں جنہیں جبری گمشدگی کے کسی واقعے کے نتیجے میں براہ راست نقصان پہنچا ہو۔

اقوام متحدہ کے سربراہ نے سماجی رابطوں کی ویب سائٹ ایکس (سابقہ ٹویٹر) پر جاری کے گئے اپنے بیان میں رکن ممالک سے جبری گمشدگیوں کے گھناؤنے جرم کے خاتمے اور ان میں ملوث افراد و اداروں کے احتساب کا مطالبہ کیا ہے۔ جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن تیس اگست کے حوالے سے جاری کیے گئے بیان میں انسانی حقوق کے ماہرین نے کہا ہے کہ متاثرین کی انصاف تک رسائی یقینی بنانے کی غرض سے سچائی کو سامنے لانے کے تمام ضروری اقدامات اٹھانا ہوں گے۔

ذمہ داروں کا احتساب

انہوں نے خبردار کیا کہ انصاف تک خاطر خواہ رسائی یقینی بنانے اور جبری گمشدگیوں کے ذمہ داروں کا احتساب ضروری ہے اور یہ کہ جبری گمشدگی انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کے تحت جرم ہے اور اس کی نہ تو اجازت دی جا سکتی ہے اور نہ ہی اسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

ماہرین نے کہا ہے کہ متاثرین انصاف کے لیے اپنی جدوجہد میں عام طور پر خطرات، دھمکیوں، انتقامی کارروائیوں اور بدنامی کا سامنا کرتے ہیں۔ 'اس صورتحال کا خاتمہ ہونا چاہیے اور متاثرین کو بلا معاوضہ قانونی مدد مہیا کی جانی چاہیے تا کہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ ان کے مالی حالات انصاف کے حصول کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔'

معاہدوں کی توثیق

انسانی حقوق کے عالمگیر اعلامیے کی 75 ویں سالگرہ کے تناظر میں جبری گمشدگیوں کے مسئلے پر قائم کردہ کمیٹی، جبری اور بلا ارادہ گمشدگی پر ورکنگ گروپ، انسانی حقوق پر بین الاقوامی کنونشن، انسانی اور عوامی حقوق پر افریقی کمیشن میں سزائے موت، ماورائے عدالت اور ناجائز ہلاکتوں پر ورکنگ گروپ کے چیئرپرسن اور آسیان کے بین الحکومتی کمیشن برائے انسانی حقوق میں انڈونیشیا اور ملائشیا کے نمائندوں نے تمام ممالک سے کہا ہے کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر جبری گمشدگیوں کے

مظاہرین میکسیکو کے آئیاوٹی ناپا دیہی سکول کے گمشدہ 43 افراد کی بازیابی کا مطالبہ کر رہے ہیں

تمام متاثرین کے لیے انصاف کے فروغ کے وعدے کریں اور جبری گمشدگیوں کے معاملے پر بین الاقوامی اور علاقائی معاہدوں کی توثیق کریں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ انصاف تک رسائی کی محض زبانی یقین دہانی کافی نہیں بلکہ ایسے ٹھوس اقدامات کے ذریعے اس کی عملی ضمانت دی جانی چاہیے جن سے متاثرین اور ان کے نمائندوں کی انصاف کے حصول کے پورے عمل میں حقیقی اور بامعنی شرکت ممکن ہو سکے۔

(بشکریہ نیوز ڈاٹ یو این او)

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 30 اگست کو جبری گمشدگیوں کے متاثرین سے ہمدردی کے عالمی دن کے موقع پر ملک کے مختلف حصوں میں جبری گمشدگیوں کے خاتمے کے لیے تقاریب کا اہتمام کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس غیر انسانی فعل اور جرم کی روک تھام کے لیے جلد از جلد بامعنی اقدامات کرے۔ ذیل میں ان تقاریب کا مختصر احوال بیان ہے:

لاہور۔ ایچ آر سی پی نے اپنے مرکزی دفتر لاہور میں ایک اجلاس کا انعقاد کیا جس میں انسانی حقوق کے کارکنوں، صحافیوں، وکلاء، طلباء اور زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔

شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے، ایچ آر سی پی کی چیئرپرسن حنا جیلانی نے زور دے کر کہا کہ اِس جرم کی تعریف اور اس کے لیے سزا کا تعین عالمی اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر کیا جائے۔ اُنہوں نے تشدد، ماورائے عدالت قتل اور خفیہ حراستوں کی مذمت کی اور ایسے مستحکم قانونی ڈھانچے کی ضرورت پر زور دیا جو شہری آزادیوں کو تحفظ دے سکے۔ محترمہ جیلانی نے جبری گمشدگیوں پر قائم انکوائری کمیشن کی مایوس کن کارکردگی پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اُن لوگوں کا بھی محاسبہ کیا جائے جو ایسی خلاف ورزیوں کا حکم یا اجازت دیتے ہیں۔ اُن کا مزید کہنا تھا کہ 'ذمہ دار عناصر کی طرف سے کیے گئے "غیر جانبداری" کے دعوے 'بے نقاب' ہو گئے ہیں'۔ اسلام آباد میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے، ایچ آر سی پی کے کونسل رُکن اور سابق سینیٹر فرحت اللہ بابر نے کہا کہ جولائی 2019 میں جنرل ہیڈ کوارٹرز میں ایک خصوصی سیل قائم ہونے کے باوجود، جبری گمشدگیوں کے خاتمے پر کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔ بابر صاحب کا کہنا تھا کہ کابینہ کی اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی، پارلیمانی کمیٹیوں اور عدالتِ عالیہ پشاور نے متاثرین کی رہائی اور بازیابی کے لیے کئی مطالبے کیے مگر اُن کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ اُنہوں نے شفافیت اور جوابدہی کی ضرورت پر زور دیا اور حکام سے پُرزور اپیل کی کہ غیر قانونی حراستی مراکز بند کیے جائیں جہاں کئی جبری گمشدہ افراد کو مبینہ طور پر رکھا جاتا ہے۔ بابر صاحب نے یہ بھی کہا کہ جبری گمشدگیوں کے بل پر سیاسی بحث و تکرار اور پارلیمانی ایجنڈے سے اِس کا مسلسل اخراج ظاہر کرتا ہے کہ ریاست اِس معاملے پر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

اسی طرح گلگت بلتستان میں ایچ آر سی پی کے منعقد کردہ اجلاس میں انسانی حقوق کے محافظین، سیاسی کارکنوں، طالبعلموں، وکلاء اور سول سوسائٹی کے نمائندوں نے شرکت کی اور ملک بھر میں جبری گمشدگیوں کے بڑھتے ہوئے واقعات پر

تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس جرم کی روک تھام پر زور دیا۔ایچ آرسی پی ملتان چیپٹر نے اپنے دفتر میں ایک اجلاس منعقد کیا جس میں شریک لوگوں نے اس معاملے پر انصاف اور جوابدہی کو یقینی بنانے کے مطالبے کے علاوہ جبری گمشدگیوں کو باقاعدہ جرم قرار دینے کا مطالبہ کیا اور لاپتہ افراد کی فوری بحفاظت بازیابی پر زور دیا۔

کمیشن کے پشاور چیپٹر نے بھی اسی طرح کے ایک اجلاس کا اہتمام کیا جس میں شریک افراد نے ریاست سے مطالبہ کیا کہ وہ اس جرم کی روک تھام کے لیے اس میں ملوث عناصر کا محاسبہ کرے اور جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے کے عالمی معاہدے کی منظوری دے۔

ایچ آرسی پی نے کوئٹہ میں قائم اپنے دفتر میں ایک تقریب منعقد کی جس سے وائس فار بلوچستان مسنگ پرسنز کے چیئرمین نصراللہ بلوچ نے خطاب کیا اور شرکاء کو بلوچستان میں اس مسئلے کی نوعیت اور سنگینی سے آگاہ کیا۔

ان کا کہنا تھا کہ متاثرین کے اہلِ خانہ اور سول سوسائٹی کے مسلسل مطالبات کے باوجود ریاست اس مسئلے کو سنجیدہ نہیں لے رہی جس کے نتیجے میں بلوچستان کے عوام میں ریاست سے نفرت اور مایوسی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

انہوں نے مطالبہ کیا کہ جبری لاپتہ بلوچوں کو فوری بازیاب کیا جائے اور اگر انہوں نے کوئی جرم کیا ہے تو انہیں عدالتوں میں پیش کیا جائے۔ان کا کہنا تھا کہ جبری گمشدگیوں میں ملوث لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی ہونی چاہیے۔

تربت میں منعقد ہونے والے ایک اجلاس اور بعد میں احتجاجی مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے ایچ آرسی پی کے ریجنل کوآرڈی نیٹر پروفیسر غنی پرواز نے کہا کہ بلوچستان میں ہزاروں افراد جبری لاپتہ ہیں جس کے اہل خانہ کو ان کا کچھ اتہ پتہ نہیں۔کئی خاندان دہائیوں سے اپنے پیاروں کے منتظر ہیں اور مختلف دفاتر کے چکر لگا رہے ہیں مگر حکومتی ادارے ان کی فریاد کو سنجیدہ نہیں لے رہے۔ایچ آرسی پی حیدرآباد اور کراچی چیپٹر نے بھی اجلاس اور احتجاجی مظاہرے کا اہتمام کیا جس میں سول سوسائٹی کے نمائندوں، انسانی حقوق کے محافظین، وکلاء، طالبعلموں اور جبری لاپتہ افراد کے اہل خانہ نے شرکت کی۔انہوں نے جبری گمشدگیوں کے مسئلے پر ریاستی بے حسی پر تشویش کا اظہار کیا اور حکام سے مطالبہ کیا کہ اس مسئلے کے حل کے لیے سنجیدہ اقدامات اٹھائے جائیں۔

احمدی برادری کے ساتھ ظالمانہ سلوک کا مختصر احوال

یہ سال احمدیوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کے طور پر یاد رکھا جائے گا کیونکہ پورا سال احمدیوں کی عبادت گاہوں پر لگاتار حملوں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔18 اگست کو پولیس اور شہری انتظامیہ نے سمبڑیال، ضلع سیالکوٹ میں احمدیہ عبادت گاہ کے محراب مسمار کیے۔ پہلے تحریکِ لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے کارکنوں کی درخواست پر شہری انتظامیہ اور پولیس نے احمدیوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ خود اپنی عبادت گاہوں کے محراب منہدم کریں۔ بعدازاں 18 اگست کو سول انتظامیہ اور پولیس نے تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کی خواہشات کی تکمیل کے لیے غیر قانونی طور پر محراب کو مسمار کیا۔رات کو وہاں بلدیہ کے اہلکاروں کے ساتھ پولیس اہلکار موجود تھے۔گلی کو دونوں طرف سے بند کر کے محراب مسمار کرنے لگے۔ بلدیہ ملازمین ملبہ اپنے ساتھ لے گئے۔ایک انتہا پسند جماعت کی غیر قانونی خواہشات کو پورا کرنے کی تکمیل کے لیے ریاستی حکام کی طرف سے احمدی عبادت گاہوں کو منہدم کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ریاستی محکمے انتہاء پسند جماعت سے ڈر کر بلیک میل ہو رہے ہیں۔ پولیس احمدی عبادت گاہوں کے تحفظ کی بجائے انتہا پسند جماعت سے مِلی ہوئی تھی۔ظالمانہ سلوک کا سلسلہ 30 اگست 2023 تک جاری رہا جب پولیس نے انتہاء پسند جماعت کے دباؤ پر شیخوپورہ میں احمدیہ عبادت گاہ کے مینار گرائے۔ ریاستی حکام ایک دفعہ پھر احمدیوں کو تحفظ دینے میں ناکام رہے ہیں۔ یہ سلسلہ اب ختم ہونا چاہیے۔ایسے لگتا ہے کہ جیسے احمدیوں پر ظُلم وستم انتہا تک پہنچ گیا ہے۔29 اگست کو پولیس نے دیگر حکام کے ساتھ مل کر گجرات کے علاقے شادیوال اور چوکناوالی میں احمدی عبادت گاہوں سے مقدس الفاظ مٹا دیے۔ پولیس اہلکار چوکناوالی، گجرات میں مقدس الفاظ مٹانے کے اپنے عمل سے مطمئن نہ ہوئے، اور 30 اگست کو آکر سیاہ رنگ لگا دیا، اور پھر ہتھوڑے سے مقدس الفاظ مسمار کیے اور ملبہ اپنے ساتھ لے گئے۔اب یہ عام ہے کہ پولیس احمدیوں کو تحفظ دینے کی بجائے ان پر دباؤ ڈالتی ہے کہ وہ خود اپنے مقدس مقامات کی بے حرمتی کریں اور احمدیوں کا انکار سننے کے بعد خود بے حرمتی کرنے کی مرتکب ہوتی ہے۔ حکام کی ساتھ ساتھ پولیس کی یہ کارروائیاں انتہاء پسند عناصر کی خواہشات کی تکمیل کے سوا کچھ نہیں ہے۔اس انتہاء پسندی کا نوٹس لینا ہوگا ورنہ ہمارے پیارے مُلک پاکستان کا تشخص خراب ہوگا جس سے ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔معزز نگران وزیرِاعظم پاکستان انوارالحق کاکڑ نے جڑانوالہ کے افسوسناک واقعہ کے بعد جڑانوالہ میں اپنے خطاب کے دوران کہا کہ ریاست خطرے سے دوچار لوگوں کے حقوق کا تحفظ کرے گی۔ تاہم، 21 اگست سے لے کر اب تک حکام کی طرف سے تین احمدی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا چکا ہے۔عدالتِ عالیہ لاہور نے اپنے 31 اگست کے جاری کردہ حکم نامے میں حکام کو جماعت احمدیہ کے مقدس مقامات کے ڈھانچے تبدیل کرنے سے روکا ہے۔معزز جج جناب جسٹس طارق سلیم شیخ نے عمران حمید بنام ریاست وغیرہ کے مقدمے میں اپنے فیصلے کے پیراگراف 16 میں بیان کیا ہے کہ ضابطہ فوجداری پاکستان کی دفعہ 298ب اور 298ج اُن عبادت گاہوں کے ڈھانچوں کو منہدم یا تبدیل کرنے کا حکم نہیں دیتی جو آرڈیننس XX 1984 سے قبل کے تعمیر کردہ ہیں۔احمدیہ برادری کے خلاف نفرت انگیز مہم جاری ہے جس کے نتیجے میں پچھلے تین سے چار سالوں میں درجنوں احمدی عبادت گاہوں کی بے حرمتی ہوئی ہے۔ محض رواں سال کے دوران 22 احمدی عبادت گاہوں کی بے حرمتی ہو چکی ہے۔احمدی برادری امید کرتی ہے کہ اس حالیہ عدالتی فیصلے کی روشنی میں اور پاکستان کے آئین کو سامنے رکھتے ہوئے، پولیس اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے احمدی جائے عبادات کا تحفظ کرے گی۔ ایک ایسا فریضہ جس سے نہ صرف پولیس نے پہلوتہی کی ہے بلکہ بے حرمتی کے واقعات میں خود بھی شریک رہی ہے جو کہ افسوسناک امر ہے۔

(تحریر: عامر محمود، ترجمہ: فرقان احمد، (شناخت خفیہ رکھنے کے لیے مترجم کا نام تبدیل کیا گیا ہے)

جڑانوالہ، پنجاب میں ہجوم کے حملوں سے گرجا گھروں کی تباہی

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

تعارف

16 اگست 2023 کو ضلع فیصل آباد کی تحصیل جڑانوالہ میں مسیحی آبادی پر حملہ ہوا۔ ایک ہی دن میں قصبے کے 11 مختلف علاقوں میں کم از کم 24 گرجا گھروں اور کئی درجن چھوٹی عبادت گاہوں کے ساتھ ساتھ متعدد مکانات کو جلایا اور لُوٹا گیا۔ یہ حملے جڑانوالہ کے کرسچن ٹاؤن (جسے سینما بستی بھی کہا جاتا ہے) میں صبح سویرے ایک مسیحی شخص پر قرآنِ پاک کے اوراق کی بے حرمتی کے الزامات لگنے کے بعد ہوئے۔ مساجد کے لاؤڈ اسپیکروں سے مسلمانوں کی طرف سے اعلانات اور کارروائی کے مطالبات کے بعد ہزاروں افراد قصبے میں جمع ہوئے اور انہوں نے متعدد مقامات پر مسیحی گرجا گھروں اور گھروں پر حملہ کیا۔

ایچ آر سی پی کی قیادت میں ایچ آر سی پی، سنٹر فار سوشل جسٹس (سی ایس جے)، اور ویمن ایکشن فورم (ڈبلیو اے ایف) کے نمائندوں پر مشتمل مشن نے مسیحی برادری سے اظہارِ یک جہتی اور وقوعہ سے متعلق حقائق کی چھان بین کرنے کے لیے 17 اگست 2023 کو جڑانوالہ کا دورہ کیا۔ ایچ آر سی پی کی چیئر پرسن حنا جیلانی، سی ایس جے کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر پیٹر جیکب، ویمن ایکشن فورم کی سینئر رُکن نیلم حسین، تاریخ دان اور اقلیتی حقوق کے کارکن ڈاکٹر یعقوب بنگش نے مشن کی قیادت کی۔ علی حیدر (ایچ آر سی پی)، کاشف اسلم اور یاسر طالب (سی ایس جے) بھی مشن کے ہمراہ تھے۔

مشن کا بنیادی مقصد متاثرہ برادری کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرنا اور 16 اگست کو جڑانوالہ میں مسیحی برادری پر ہونے والے وحشیانہ حملوں سے متعلق حقائق کا پتہ لگانا تھا جس میں ان کی عبادت گاہوں کو نذر آتش کیا گیا، مقدس کتاب اور مذہبی علامات کی بے حرمتی کی گئی اور گھروں کو جلایا اور لوٹا گیا تھا۔ فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے حملے کی زد میں آنے والے چار مقامات کا دورہ کیا اور متاثرین اور علاقے کے دیگر لوگوں سے ملاقات کی۔ مشن نے پولیس اور سول انتظامیہ کے ارکان سے بھی بات کی تاکہ ان واقعات سے متعلق اُن کی رائے معلوم کی جائے اور حالات کو کنٹرول کرنے میں ان کے ردِعمل کا اندازہ لگایا جا سکے۔

مشن ان واقعات کے بارے میں معلومات فراہم کرنے والے تمام افراد کے ساتھ ساتھ پولیس اور مقامی انتظامیہ کے ارکان کا مشکور ہے جنہوں نے ٹیم کو اپنا وقت دیا اور صورتِ حال کے بارے میں اپنا جائزہ پیش کیا۔

وقوعے سے پہلے کے حالات وواقعات

سی ایس جے کے مرتب کردہ اعداد و شمار کے مطابق، 1997 اور 2016 کے درمیان مسیحی بستیوں اور گرجا گھروں پر 51 حملے ہوئے، جن میں 22 دہشت گردانہ حملے تھے جبکہ دیگر حملے مشتعل ہجوم اور افراد نے انفرادی حیثیت سے کیے تھے۔ ان حملوں کے نتیجے میں 69 گرجا گھروں کی بے حرمتی ہوئی اور سینکڑوں مکانات کو نقصان پہنچا۔ 2016 اور 2023 کے درمیان مسیحی گرجا گھروں پر کسی بڑے حملے کی اطلاع نہیں ملی۔ تاہم اس عرصے کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں ہندوؤں اور احمدیوں کی عبادت گاہوں پر متعدد حملے کیے گئے۔

16 اگست 2023 کو جڑانوالہ میں پیش آنے والے واقعات ایک خاص طریقہ کار کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہاں اُسی طریقہ کار کو دہرایا گیا ہے جو ہمیں 1997 میں شانتی نگر، 2005 میں سانگلہ ہل اور 2009 میں گوجرہ اور کوریان سمیت کئی دیگر واقعات میں نظر آیا جن میں مذہب کی بے حرمتی کے الزامات سے متعلق اشتعال انگیز اعلانات جو عام طور پر مساجد اور منظّم اسلامی مذہبی گروہوں کے مراکز سے ہوتے ہیں جس کے بعد ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے۔ بلوائی تشدد کو روکنے، مسیحی برادریوں کے ارکان کو نقصان پہنچانے، بعض صورتوں میں لوگوں کو ہلاک اور زخمی کرنے، آتش زنی اور املاک کو لوٹنے، گرجا گھروں کی بے حرمتی اور مسیحی گھروں کو نقصان پہنچانے والے پرتشدد ہجوم کو روکنے میں پولیس اور انتظامیہ کی ناکامی انسانی حقوق کی برادری کے لیے مسلسل تشویش کا باعث ہے۔

مشن کو موصول ہونے والی معلومات

جڑانوالہ شہر میں تقریباً 500 مسیحی خاندان رہائش پذیر ہیں، جب کہ سینکڑوں مزید آس پاس کے دیہاتوں میں آباد ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ مسیحی جڑانوالہ کی ایک چھوٹی سی مگر نمایاں آبادی ہے۔ تقریباً 300 خاندانوں کرسچن ٹاؤن/عیسیٰ نگری کے علاقے میں رہائش پذیر ہیں جبکہ دیگر مخلوط مضافات میں شہر کے دیگر حصوں میں مختلف کمیونٹیز کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ برادری کا ایک بڑا حصہ یا تو میونسپل گورنمنٹ میں کام کرتا ہے یا شہر کے آس پاس کی مختلف فیکٹریوں میں، معمولی سی تعداد سفید پوش ملازمتوں سے وابستہ ہے۔

مشن کو موصول ہونے والی معلومات سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح 5 بجے کے قریب قصبے کے ایک علاقے میں ایک خاتون نے دعویٰ کیا کہ اُسی علاقے میں دو بھائیوں کے گھر کے باہر گیس میٹر پر مبینہ طور پر گستاخانہ مواد چسپاں تھا۔ پورے قصبے میں دونوں بھائیوں کے خلاف الزامات پھیل گئے اور صبح 6.30 بجے تک، اطلاعات کے مطابق، ایک مذہبی جماعت تحریکِ لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے مقامی رہنماؤں نے کئی لوگوں کے ہمراہ دونوں ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کرنے کے لیے پولیس سے رجوع کیا۔

مقامی پولیس نے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (ایس پی) بلال سلہری کی قیادت میں ٹی ایل پی اور مقامی امن کمیٹی کے نمائندوں سے ملاقات کی اور صورت حال پر قابو پانے کی کوشش کی۔ مشن کو بتایا گیا کہ اُس دوران بڑھتی ہوئی کشیدگی کی اطلاعات مختلف علاقوں تک پہنچ گئیں اور مسیحی باشندے تشدد کے خوف سے اپنے گھروں سے بھاگ گئے۔

اُسی دوران، مختلف مساجد سے اعلانات ہوتے رہے جن میں مسلمانوں کو جمع ہونے اور مذہب کی مبینہ بے حرمتی کے خلاف کارروائی کرنے پر اُکسایا گیا۔ جیسا کہ کئی عینی شاہدین نے تصدیق کی ہے اور ایف آئی آر نمبر 1260 / 23 میں بھی مذکور ہے، پہلا اعلان یاسین ولد شفیع نے صبح 9.20 بجے مہتاب مسجد سے کیا، اس کے بعد کئی دیگر مساجد کے لاؤڈ اسپیکرز سے اعلانات کے ذریعے لوگوں کو جمع ہونے کے لیے کہا گیا۔ ان اعلانات میں مسیحوں کے خلاف بُری زبان استعمال کی گئی اور لوگوں کو اُن کے خلاف تشدد پر اُکسایا گیا تھا۔

صبح 7 بجے تک پولیس اسٹیشن پر ہجوم جمع ہونا شروع ہو گئی اور دو ملزمان راجہ سلیم مسیح اور راکی مسیح کے خلاف ابتدائی اطلاعاتی رپورٹ (ایف آئی آر) درج کر لی گئی۔ پولیس نے ہجوم کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی اور رہنماؤں سے کہا کہ وہ کوئی ردِعمل ظاہر نہ کریں اور پولیس کو ملزم کی گرفتاری کے لیے وقت دیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسٹیشن ہاؤس آفیسر، جس نے اُس علاقے کا دورہ کیا جہاں ملزمان رہتے تھے، کو پتہ چلا کہ وہ پہلے ہی اپنے گھر سے فرار ہو چکے تھے۔

فیصل آباد کے سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس ایس پی) آپریشنز ڈاکٹر رضوان نے مشن کو بتایا کہ اُنہیں صبح 8 بجے کے قریب صورتِ حال سے آگاہ کیا گیا جس کے بعد وہ جڑانوالہ روانہ ہوئے اور دیگر پولیس افسران کو وہاں پہنچنے کی ہدایت کی۔ راستے میں اُنہیں بتایا گیا کہ ایس پی بلال سلہری نے مسلم گروپوں کے رہنماؤں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے کہ وہ پولیس کی جانب سے ملزمان کی گرفتاری کا انتظار کریں گے اور علاقے میں امن وامان کو خراب کرنے کے لیے کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کریں گے۔ ایس ایس پی اس کے باوجود 'بند گلی' علاقے میں پہنچے، جہاں دونوں بھائی تقریباً 9.15 تک موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس علاقے میں ایک بڑا ہجوم پہلے ہی جمع ہو چکا تھا اور کئی املاک بشمول گرجا گھر اور چھوٹی عبادت گاہوں اور مکانات کو ہجوم نے پہلے ہی نذرِ آتش کر دیا تھا۔ اس علاقے میں ہر جگہ گرجا گھروں میں توڑ پھوڑ اور نجی املاک کو لوٹا جا رہا تھا۔ ایس ایس پی نے بتایا کہ اُنہوں نے مزید نفری طلب کی، کیونکہ اُس مرحلے پر اُن کے ساتھ صرف 12 پولیس اہلکار تھے اور ہجوم پر قابو پانے کی ان کی کوششیں بے اثر ہو چکی تھیں۔

اطلاعات کے مطابق، اُس وقت تک، قصبے کے بہت سے دوسرے مسیحی علاقوں پر بھی پُرتشدد ہجوم نے حملہ کیا تھا جنہوں نے کئی گرجا گھروں اور چھوٹی عبادت گاہوں کو نذرِ آتش اور بے حرمتی کرنے کے ساتھ ساتھ نجی گھروں کو جلایا اور لوٹ مار کی۔ ایسا ہی ایک ہجوم اسسٹنٹ کمشنر شوکت مسیح کے گھر کے باہر جمع تھا جو ایک مسیحی ہونے کے ناطے ہجوم کے اجتماعی تشدد کا ہدف تھے۔ تاہم اسسٹنٹ کمشنر اور اُن کے اہلِ خانہ کو پولیس نے نکال کر محفوظ مقام پر منتقل کر دیا تھا۔

مقامی پولیس کی مدد کے لیے نفری جڑانوالہ پہنچ گئی اور علاقے کو دوپہر تک حملہ آوروں اور آتش زنی کرنے والوں سے خالی کروا لیا گیا تھا۔ اطلاعات کے مطابق اس کے باوجود لوگ اکٹھے ہوتے رہے اور شام تک منتشر نہیں ہوئے۔ رینجرز کو بلایا گیا جنہوں نے رات 9 بجے تک آپریشن کی ذمہ داری سنبھال لی اور پھر بالآخر قصبے میں امن وامان بحال ہو گیا۔

نقصانات

جڑانوالہ میں آخری آگ بجھنے تک کم از کم 24 گرجا گھر، متعدد چھوٹی عبادت گاہیں کے گھر اور 80 سے زائد گھر جل کر خاک ہو چکے تھے۔

یہ حملے صرف جڑانوالہ شہر تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ انہوں نے آس پاس کے دیہات کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا جہاں مسیحوں کی عبادت گاہوں پر منظم حملے کیے گئے۔ تباہ ہونے والے گرجا گھروں کا تعلق کئی مسیحی فرقوں سے تھا جن میں کیتھولک چرچ، پریسبیٹیرین چرچ، سالویشن آرمی، چرچ آف پاکستان اور مختلف پینٹی کاسٹل اور کانگریگیشنل گرجا گھر شامل ہیں۔

جن مکانات کو نذرِ آتش کیا گیا ان میں دونوں ملزم بھائیوں کا گھر بھی شامل ہے۔ پوری گلی، جسے 'بند گلی' کہا جاتا ہے، کو نذرِ آتش کر دیا گیا، جس سے ایک درجن سے زائد مکانات تباہ ہو گئے۔ کئی ملحقہ گلیوں پر بھی حملے کیے گئے۔

مسیحی گھرانوں کو واضح طور پر حملے کے لیے چُنا کیا گیا تھا۔ عیسیٰ نگری میں گرجا گھروں اور چھوٹی عبادت گاہوں کے ساتھ والے کئی مکانات پر حملہ کیا گیا اور ان میں موجود سامان کو آگ لگا دی گئی، جبکہ ایک چرچ کے سامنے واقع قبرستان کی چار دیواری کو منہدم کر دیا گیا۔ ملحقہ تمام دیہاتوں میں بھی ایسا ہی افسوسناک منظر پیش آیا جہاں عبادت گاہوں پر حملہ کیا گیا۔

مشن کے نتائج

مذکورہ تفصیلات کئی اہم مسائل پر روشنی ڈالتی ہیں جن میں سے بہت سے نہ تو نئے ہیں اور نہ ہی حیران کن بلکہ ایک طویل سلسلے کا حصہ ہیں۔ اس طرح کے واقعات پاکستان میں قانون کی حکمرانی اور نظم ونسق کے ساتھ ساتھ سماجی تحفظ کے نظام کی کمزوری کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ سب سے زیادہ کمزور اور پسماندہ گروہوں کو دیگر لوگوں کے مقابلے زیادہ متاثر کرتا ہے۔

مذہبی اقلیتوں کے خلاف بلوائی تشدد کو انجام دینے کے لیے توہینِ مذہب کے الزامات کا حربہ بار بار استعمال کیا جاتا ہے جس نے نہ صرف جان ومال کے نقصان کو روکنے کے لیے ریاست کی کمزور صلاحیت کو بے نقاب کیا ہے بلکہ مذہبی طور پر محرک جرائم کو روکنے کے لیے ایک ٹھوس پالیسی کی عدم موجودگی کو بھی عیاں کیا ہے۔

مذہبی اقلیتوں کے خلاف مذہبی منافرت پھیلانے اور تشدد پر اُکسانے والوں کو کھلی چھوٹ سے کئی مذہبی گروہوں کو جڑانوالہ اور ماضی میں اس جیسے حالات وواقعات کو جنم دینے اور ان کی منصوبہ بندی کرنے کی حوصلہ افزائی ملی ہے۔ نہ صرف مسیحی گرجا گھر اور بستیاں حملوں کا نشانہ بنی ہیں بلکہ ہندو مندروں اور احمدیوں کی عبادت گاہوں پر بھی حملے ہوئے ہیں۔

مشن نے خاص طور پر اُن مساجد کے پیش اماموں کے کردار کا مشاہدہ کیا ہے جہاں سے تشدد کو ہوا دی گئی تھی۔ یہ اب مذہبی طور پر محرک جرائم میں ایک عام رواج ہے، خاص طور پر اُن افراد کے قتل میں جن کے خلاف توہینِ مذہب کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ ایسے بہت سے الزامات میں کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے۔ ان الزامات کو مساجد کے ذریعے مذہبی اشتعال کو بڑھانے کے لیے پھیلایا جاتا ہے جو اقلیتی برادریوں کے خلاف ہجوم کے حملوں سے پہلے ہوتا ہے۔

مقامی لوگوں سے اکٹھی کی گئی معلومات اور انتظامیہ کے ساتھ بات چیت سے مشن اس شبہ کو رد نہیں کر سکتا کہ یہ کوئی اچانک یا بے ہنگم ہجوم نہیں تھا بلکہ مقامی مسیحیوں کے خلاف نفرت کی ایک بڑی مہم کا حصہ تھا۔ پولیس افسران نے تصدیق کی ہے کہ کچھ مسلم مذہبی گروپوں نے ایسے مسائل اٹھائے ہیں جنہوں نے ماضی قریب میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو جنم دیا، اگرچہ ان میں سے کوئی بھی 16 اگست کو ہونے والے تباہ کن حملوں کا براہ راست سبب نہیں بنا۔ مشن کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جڑانوالہ کے مختلف علاقوں میں حملوں کے دوران بنائی گئی کئی ویڈیوز گردش میں ہیں جن میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ایک مخصوص مذہبی سیاسی جماعت کے ارکان ہجوم کو تشدد پر اُکسا رہے ہیں۔ اوپر بتائے گئے دیگر عوامل سے پتہ چلتا ہے کہ اس حملے کے پیچھے بڑے سیاسی اور سماجی مقاصد ہو سکتے ہیں۔

متعدد گواہوں نے بتایا کہ آتش زنی کرنے والوں میں سے اکثر کا تعلق شہر سے نہیں تھا بلکہ وہ آس پاس کے دیہات سے آئے تھے۔ ایک شخص نے تصدیق کی کہ لوگوں سے بھری ایک ٹریکٹر ٹرالی اور ساتھ ہی موٹر سائیکلوں پر کئی افراد ایک گاؤں سے آئے تھے۔ وہ لوگوں کو لے جا رہے تھے جنہوں نے پھر ایک گرجا گھر اور مکانات کو نذرِ آتش کر دیا، اس طرح اس تصور کو مزید تقویت ملی ہے کہ حملے کی باقاعدہ پہلے سے منصوبہ بندی کی گئی تھی۔

مشن نے آگ سے ہونے والے نقصان کا جائزہ لیا جس سے معلوم ہوا کہ آتش زنی اور مذہبی علامتوں کی بے حرمتی سوچی سمجھی حرکت تھی، اگرچہ گھروں کی لوٹ مار موقع پرستانہ عمل ہو سکتا ہے۔

مشن اُن محلوں کے کچھ مسلمان باشندوں کے کردار کی بھی تعریف کرتا ہے جو حملے کی زد میں آئے۔ کچھ محلوں میں متاثرہ برادری کے ارکان نے اپنے مسلمان پڑوسیوں کی طرف سے حملہ آوروں کے ان کے علاقے میں پہنچنے سے پہلے ان کے بروقت انخلا میں مدد کرنے کے لیے کی جانے والی کوششوں سے مشن کو آگاہ کیا۔ سینما بستی میں، شیعہ برادری کے پڑوسی اُس دن متاثرین کی مدد کے لیے آئے حملے کا نشانہ بننے والی بستی میں آئے تھے۔

پولیس کا کردار

مشن کو احساس ہے کہ پولیس کے پاس ایک چھوٹے قصبے میں بڑے پیمانے کے تشدد پر قابو پانے کے لیے مناسب انتظامی وسائل اور قانون کے نفاذ سے متعلق دیگر ذرائع دستیاب نہیں تھے جس کی وجہ سے اسے صورت حال سے نمٹنے

میں مشکلات پیش آئیں، تاہم، پولیس کی طرف سے واقعے پر جوابی کارروائی کرنے میں تاخیر اور ہجوم پر قابو پانے اور فساد وتشدد کے پھیلاؤ کو محدود کرنے کے لیے ناقص حکمتِ عملی اختیار کرنے کا معاملہ تشویش کا باعث ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ مقامی ایس پی صورتحال کی سنگینی کا اندازہ لگانے سے قاصر تھے اور وہ باہر کی صورتحال سے پوری طرح آگاہ نہیں تھے جب کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ قریبی رابطے میں تھے جن کی توجہ کا مرکز توہین مذہب کے الزام میں ملوث افراد کی گرفتاری کے مطالبات پر ہونے والے مذاکرات تھے۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ وہ مسجدوں کے اعلانات اور دور دراز دیہاتوں سے شہر میں آنے والے ہجوم سے بے خبر رہے۔

اگر وہ مذاکراتی گروپوں کے اِرادوں کا صحیح اندازہ لگانے میں زیادہ بصیرت اور ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے تو پھر مسیحی آبادی اور ان کی عبادت گاہوں پر تشدد کرنے پر کمر بستہ ہجوم کی طرف سے پیدا کیے جانے والے خطرناک ماحول سے اپنے اعلیٰ افسران کو خبردار کر سکتے تھے۔ انہوں نے ایس ایس پی کو یہ یقین دہانی کروائی کہ حالات کنٹرول میں ہیں جس کی وجہ سے ہجوم کو روکنے کے لیے پولیس کی نفری بروقت نہ پہنچ سکی اور نتیجے میں بے قابو ہجوم نے آتش زنی، توڑ پھوڑ، لوٹ مار کی اور ساتھ ہی گرجا گھروں اور مقدس علامتوں کی بے حرمتی کی۔

ایس ایس پی نے پُرتشدد ہجوم کے خلاف طاقت کے استعمال سے گریز کو درست قرار دیا اور دعویٰ کیا کہ ایسا کرنے کی صورت میں ہلاکتیں ہوتیں جس سے صورت حال مزید خراب ہوسکتی تھی۔ مشن کو احساس ہے کہ کسی بھی جانی نقصان کو روکنے کے لیے تنگ مقامات پر اس طرح کا تحمل بلاوجہ نہیں ہوتا۔ بہرحال، ہم جانتے ہیں کہ یہ ہجوم ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں جا رہا تھا اور قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کے پاس ہجوم کو منتشر کرنے اور فساد کو پھیلنے سے روکنے کے لیے ضروری فورس تعینات کرنے کے کافی مواقع تھے۔ ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ بڑے پیمانے پر تشدد کے ٹھوس شواہد کے باوجود پولیس نے کارروائی کرنے سے گریز کیا اور یہ کہ پولیس کو شرپسندوں کے انتشار کو مدِنظر رکھتے ہوئے ضروری کارروائی کرنی چاہیے تھی۔ متاثرہ علاقوں میں ہجوم کو روکنے یا منتشر کرنے کے لیے نہ تو آنسو گیس استعمال ہوا اور نہ ہی کوئی دوسرا طریقہ اپنایا گیا۔ پُرتشدد ہجوم کے ہاتھوں کوئی جانی نقصان نہ ہونے کی واحد وجہ یہ تھی کہ پہلے سے انتباہ ہونے کی وجہ سے متاثرہ علاقوں کے مکین اُن علاقوں سے بھاگ گئے تھے۔

حالات کے بگڑنے اور پولیس کی نفری کی آمد کے درمیان کئی گھنٹے گزر گئے۔ ایسا لگتا ہے کہ رینجرز کی طلبی سے لے کر اُن کی آمد تک دس گھنٹے سے زیادہ کا وقت لگا۔ اس تاخیر نے ہجوم کو عبادت گاہوں، گھروں اور ایک قبرستان پر دھاوا بولنے کے لیے کافی وقت دیا۔

مشن نے یہ اطلاعات بھی سُنی ہیں کہ کچھ علاقوں میں پولیس خاموش تماشائی بنی رہی اور حملہ آوروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اگرچہ شروع میں پولیس کی تعداد یقینی طور پر کم تھی مگر یہ سمجھنا مشکل ہے کہ پولیس اہلکاروں نے ایک طرف کھڑے ہونے کا انتخاب کیوں کیا جب کہ ایک ہجوم آزادانہ طور پر آتش زنی اور لوٹ مار میں مصروف تھا۔

مشن کا خیال ہے کہ مذہبی بنیادوں پر متحرک ہجوم خاص طور پر بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کے زیرِ قیادت ہجوم کے خلاف بامعنی کارروائی سے پولیس کی ہچکچاہٹ کی وجہ ریاستی پالیسیوں میں ابہام اور قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو اس طرح کے حالات سے نمٹنے کے لیے دی جانے والی عمومی ہدایات میں وضاحت کی کمی ہے۔

جڑانوالہ میں مسیحی اسسٹنٹ کمشنر کا تبادلہ

پراونشل مینجمنٹ سروس کے گریڈ 17 کے افسر شوکت مسیح سندھو 2022 سے تحصیل جڑانوالہ میں اسسٹنٹ کمشنر کے طور پر تعینات تھے۔ وہ بھی ہجوم کی قیادت کرنے والے مذہبی گروہوں کا ہدف تھے کیونکہ وہ مسیحی تھے۔ اُنہیں اور اُن کے خاندان کو اُن کے گھر سے نکلنا پڑا، بظاہر اُن کی جان بچانے کے لیے۔ مشن نے سنا ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے سے اُن کی برطرفی 16 اگست کے حملوں سے پہلے ہی کچھ مقامی مسلم مذہبی گروہوں کا مطالبہ تھا۔

مشن کے لیے یہ امر انتہائی قابلِ اعتراض ہے کہ سندھو صاحب کے تبادلے کے نوٹیفکیشن میں کہا گیا ہے کہ یہ 'انتظامی بنیادوں' پر کیا جا رہا ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ان کی عہدے سے برطرفی کی وجہ اپنے فرائض انجام دینے میں اُن کی کسی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ یہ غیر منصفانہ ہے اور اُنہیں کسی بھی الزام سے بری الزمہ قرار دینے کے لیے وضاحت جاری کی جائے۔ اگرچہ ان کی جان کو خطرہ ہونے پر انہیں وہاں سے نکالنا مناسب تھا، لیکن ان کی عزت و ناموس کا احترام کرنا بھی اتنا ہی ضروری تھا۔ انہیں فوری طور پر جس طرح عہدے سے ہٹایا گیا ہے وہ کسی سول سرونٹ کی حفاظت کے لیے انتظامی ضرورت کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جڑانوالہ کا دورہ کرنے والے ریاست کے اعلیٰ عہدیداروں میں سے کسی نے بھی اس اہلکار کو ملنے والی دھمکیوں کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ان کی وجہ سے ان کا تبادلہ ضروری تھا۔ دورہ کرنے والی اعلیٰ شخصیات کو ان دھمکیوں کی مذمت کرنی چاہیے تھی اور متنبہ کرنا چاہیے تھا کہ سرکاری اہلکاروں کو ایسی دھمکیاں دینے والوں کے خلاف مناسب کارروائی کی جائے گی۔

حملے کے ذمہ داروں کی گرفتاری

مشن سے گفتگو کرنے والے سینئر پولیس افسران نے تصدیق کی کہ 130 سے زائد افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ نو نابالغوں کو بھی گرفتار کیا گیا جنہیں بعد میں قانون کے مطابق ان کے والدین کی تحویل میں دے دیا گیا۔ ضابطہ فوجداری پاکستان کی متعدد دفعات بشمول انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 (دفعات د، ح، ز، ط) دفعہ 295 الف، 452، 324، 353، 426، 427، 186 اور 153 اور ساؤنڈ سسٹمز ریگولیشن ایکٹ کے تحت ایف آئی آرز درج کی گئیں۔ اگرچہ متعدد افراد کو گرفتار کیا گیا ہے اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ مزید گرفتاریاں کی جائیں گی مگر جن مقامی سیاسی رہنماؤں نے لوگوں کو تشدد پر اُکسایا اور اس کی قیادت کی، اُن کے خلاف مقدمہ درج ہونا باقی ہے۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ مسیحی آبادی کے تحفظ کے لیے اپنے فرض سے غفلت برتنے والے پولیس افسران میں سے کوئی بھی 16 اگست کے ہجوم کی قیادت میں ہونے والے حملوں کی تحقیقات سے کسی بھی طرح منسلک نہ ہو۔

حملوں کے بعد کی صورتِ حال

اس واقعے کی ملک بھر میں بڑے پیمانے پر مذمت کی گئی ہے۔ مذمت کرنے والوں میں سیاسی جماعتیں اور اُن کی قیادت، مسیحی مذہبی قیادت اور برادری کے ساتھ ساتھ تمام مذاہب کے رہنما، سول سوسائٹی، قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار اور عام عوام شامل ہیں۔ جڑانوالہ میں مسیحیوں پر حملوں کی خبر پھیلتے ہی ردِعمل آنا شروع ہو گیا۔ چیف سیکرٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس، پنجاب اُسی رات موقع پر پہنچ گئے اور صورتحال کا جائزہ لیا۔ نگران وزیرِ اعظم اور نگران وزیرِ اعلیٰ پنجاب دونوں نے متاثرہ برادری سے اظہارِ یکجہتی کے لیے جڑانوالہ کا دورہ کیا اور ان حملوں کے ذمہ داروں کو قرار واقعی سزا دینے کے ساتھ ساتھ متاثرین کو اُن کے نقصانات کے برابر معاوضہ دینے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے ان تمام گرجا گھروں کی مرمت کا بھی وعدہ کیا ہے جنہیں نقصان پہنچا تھا۔ اگرچہ متعدد مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے، لیکن جڑانوالہ کی مسیحی آبادی میں خوف کی وجہ سے حالات معمول پر نہیں آ رہے۔ حملوں کے بعد پہلی رات اُن میں سے بہت سے لوگ کھلے آسمان تلے سوئے جب کہ دیگر نے دوستوں اور رشتہ داروں کے ہاں پناہ لی۔ سینکڑوں کے پاس واپس آنے کے لیے کچھ نہیں ہے کیونکہ ان کا سارا سامان یا تو

جلا دیا گیا ہے یا لوٹ لیا گیا ہے۔ کئی مکانات بھی ناقابلِ رہائش ہو چکے ہیں اور انہیں گرا کر دوبارہ تعمیر کرنا پڑے گا۔

حنا جیلانی، پیٹر جیکب، ایڈووکیٹ ثاقب جیلانی، ڈاکٹر یعقوب بنگش اور ماہین پراچہ پر مشتمل وفد نے 24 اگست 2023 کو نگران وزیرِ اعلیٰ پنجاب اور انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب سے ملاقات کی اور اُنہیں جڑانوالہ مشن کے ابتدائی نتائج سے آگاہ کیا۔ وفد کو یقین دلایا گیا کہ حالیہ تحقیقات میں اور اقلیتی برادریوں کے بہتر تحفظ کے لیے پالیسیاں وضع کرنے کے لیے مشن کی سفارشات پر مناسب توجہ دی جائے گی۔

ایچ آر سی پی اور سی ایس جے جڑانوالہ میں متاثرہ آبادی سے کیے گئے تمام وعدوں پر عمل درآمد کی نگرانی جاری رکھیں گے۔

سفارشات

1۔ جیسا کہ ایچ آر سی پی نے کئی بار مطالبہ کیا ہے کہ توہینِ رسالت کے قوانین پر نظرِ ثانی کی جانی چاہیے تاکہ ان قوانین کو کسی فرد یا مذہبی اقلیت کے خلاف ناجائز طور پر استعمال نہ کیا جا سکے۔ نہ صرف یہ کہ ان قوانین کے تحت الزامات کو آگے لانا کہیں زیادہ مشکل ہونا چاہیے بلکہ تحقیقات بھی منصفانہ اور شفاف طریقے سے ہوں تاکہ ملزمان کو منصفانہ سماعت کا موقع مل سکے۔ قانون میں جھوٹے الزامات لگانے پر بھی سزا تجویز کی جائے۔

2۔ اِس کے علاوہ، منظم انتہا پسند گروہوں سے نمٹنے کے لیے ضروری پالیسیاں اور حکمتِ عملیاں اپنائی جائیں، خاص طور پر قانون کے نفاذ اور امن وامان کے قیام کے حوالے سے تاکہ اِس قسم کے گروہ ریاست کی عملداری یا مذہبی اقلیتوں کو حاصل آئینی ضمانتوں کو نقصان پہنچانے کے نہ تو قابل رہیں اور نہ ہی اُنہیں اِس کی اجازت ہو۔

3۔ ہم حکومتِ پنجاب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ 2009 میں گوجرہ میں اندوہناک مذہبی فسادات کے بعد ہونے والی عدالتی تحقیقات کی سفارشات پر عمل درآمد کرے تاکہ ایسے منظّم مسلم مذہبی گروہوں کا محاسبہ ہو سکے جو مذہبی اقلیتوں پر تشدد کے اِرادوں کا کھلے عام اظہار کرتے ہیں اور حکومت کو کسی کمیونٹی کے خلاف نفرت پھیلانے اور تشدد کی ترغیب دینے والے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہیے۔

4۔ تشدد میں اضافہ اکثر اُس وقت ہوتا ہے جب پولیس ریاست کی عملداری کو یقینی بنانے میں ناکام ہوتی ہے۔ ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے واضح طریقہ کار وضع کرنے کی ضرورت ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اگر معاملات ہاتھ سے نکل جائیں تو قانون کے اندر جائز طاقت کے استعمال کی اجازت دی جائے۔

5۔ حکومت نے دعویٰ تو کیا ہے کہ مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا مگر ماضی میں اکثر ایسا نہیں ہوا۔ 2009 میں گوجرہ میں ہونے والی ہلاکتوں کا ذمہ دار کسی کو نہیں ٹھہرایا گیا جب کہ 2017 میں جوزف کالونی کو جلانے والے تمام ملزمان کو بھی وقت سے پہلے رہا کر دیا گیا تھا۔ ہجوم کی طرف سے اس طرح کی پُرتشدد کارروائی کی روک تھام صرف اُسی صورت میں ممکن ہوسکتی ہے جب قانون کا سختی سے اطلاق ہو اور مجرموں کو اُن کے اعمال کے لیے پوری طرح جوابدہ ٹھہرایا جائے۔ اس سے کم کسی چیز سے جڑانوالہ کے مسیحی باشندوں یا دیگر اقلیتوں میں اعتماد پیدا نہیں ہوگا جو جڑانوالہ میں ہونے والے تشدد کے نتیجے میں خود کو مزید غیر محفوظ محسوس کر رہے ہیں۔

6۔ حکومت کو کسی بھی کمیونٹی کے خلاف نفرت انگیز تقاریر کی کسی بھی واقعے کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہیے، خواہ وہ مذہب، نسل، فرقہ وارانہ یا ذات پات کے اختلافات کی بنیاد پر ہو۔ مشن کو ایسی ویڈیوز کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے جن میں بہت سے لوگ، خاص طور پر ایک خاص مذہبی جماعت سے، اب بھی نہ صرف جڑانوالہ بلکہ پورے پاکستان میں مسیحی برادری کے ارکان کے خلاف بدزبانی اور تشدد کو ہوا دے رہے ہیں۔ اس حوالے سے ضروری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے اور نفرت انگیز تقاریر میں ملوث افراد کو پکڑا جانا چاہیے، تفتیش کی جانی چاہیے اور سزا دی جانی چاہیے۔

7۔ حکومت کو متاثرہ کمیونٹی کو معاوضہ دینے اور جڑانوالہ میں تباہ شدہ مسیحی محلوں کی تعمیرِ نو کے لیے فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ 21 اگست کو جڑانوالہ میں نگران وزیرِاعظم کی جانب سے اس حوالے سے اعلان یقیناً خوش آئند ہے، لیکن حکومت کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ معاوضے کی رقم نقصان کے مطابق ہو اور اسے فوری طور پر تقسیم کیا جائے۔ گرجا گھروں اور تباہ شدہ گھروں کی تعمیرِ نو کو بھی فوری طور پر شروع کرنے اور بروقت مکمل کرنے کی ضرورت ہے۔

8۔ اسسٹنٹ کمشنر، شوکت مسیح سندھو اپنے خلاف ہونے والے تشدد سے بچ گئے، لیکن ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ غیر منصفانہ سلوک سے نہ بچ سکے۔ اس ناانصافی کا ازالہ ہونا ضروری ہے اور انتظامیہ کو عوامی سطح پر جاری کردہ نوٹیفکیشن کی وضاحت کرنی چاہیے تاکہ اس تاثر کو دُور کیا جا سکے کہ ان کی عہدے سے برطرفی اور تبادلہ ان کی طرف سے کسی غلطی کے نتیجے میں ہوا ہے۔ مشن یہ بھی تجویز کرتا ہے کہ غیر مسلم پس منظر سے تعلق رکھنے والے اپنے اراکین کا اعتماد بڑھانے کے لیے سول سروس ٹھوس اقدامات کرے تاکہ وہ اپنے ملک کی خدمت اس خوف کے بغیر کر سکیں کہ ان کا مذہب ان کے فرائض کی انجام دہی میں رکاوٹ بن جائے گا۔

9۔ سب سے بڑھ کر، جڑانوالہ کا واقعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ پاکستانی معاشرہ کس قدر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے۔ ٹیم کے دورے کے دوران اس چھوٹی اور غریب برادری کے لیے نفرت واضح نظر آ رہی تھی اور کئی لوگوں نے سماجی طور پر اور خدمات و مواقع تک رسائی میں امتیازی سلوک کی شکایت کی۔ بین المذاہب ہم آہنگی، افہام وتفہیم اور باہمی احترام پیدا کرنے کے لیے تعلیم، مذہبی تربیت، امن قائم کرنے والے گروہوں اور دیگر اقدامات کے ذریعے مشترکہ کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔ تب ہی مسیحی برادری اور دیگر اقلیتیں محسوس کریں گی کہ وہ سیاست کا ایک لازمی حصہ ہیں۔

10۔ جسٹس تصدق جیلانی کی طرف سے سنائے گئے عدالتِ عظمیٰ کے 2014 کے فیصلے کی ہدایات پر عمل درآمد کے لیے گزشتہ کئی سالوں میں بہت کم کوششیں کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر شعیب سڈل کی سربراہی میں ایک رُکنی کمیشن اس پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے کئی سالوں سے کام کر رہا ہے، لیکن عدالت کی بہت سی ہدایات پر عملدرآمد نہیں کیا گیا جن میں یہ ہدایت بھی شامل ہے کہ مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے علیحدہ پولیس فورس تشکیل دی جائے۔ اگر اس مخصوص ہدایت کو عملی شکل دے دی جاتی تو جڑانوالہ کے گرجا گھروں پر 16 اگست کے حملوں کو روکا جا سکتا تھا یا کم ازکم ان پر قابو پایا جا سکتا تھا۔ مشن تسلیم کرتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا کام ہے جس کے لیے مالی اور انسانی وسائل دونوں کی ضرورت ہے، لیکن اُن سماجی اور سیاسی رجحانات نے اِس اقدام کی فوری ضرورت کو ناگزیر بنا دیا ہے جو غیر مسلم آبادی میں انتہائی عدم تحفظ پیدا کرنے اور مذہبی آزادی کے بنیادی حق اور تحفظ کی ضمانت کی سنگین خلاف ورزی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

چولستانی اپنے حقوق کا دفاع کیسے کریں

ضلع بہاولپور کے علاقہ چولستان کے چک نمبر 142 ڈی بی آر میں 6 اگست کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے کارکنوں نے "چولستانی اپنے حقوق کا دفاع کیسے کریں" کے عنوان سے ایک تربیتی نشست کا اہتمام کیا جس میں چولستان کے مختلف چکوک سے سرگرم کارکنوں نے شرکت کی۔ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے عبیدالرحمان چنڑ نے کہا کہ راشد رحمان جب تک زندہ رہے وہ ہمارے پاس حقوق کی آگاہی اور ہمیں منظم کرنے کیلئے متعدد بار آتے رہے جن کی بدولت ہمیں شعور ملا۔ انہوں نے مزید کہا کہ گذشتہ تین سالوں میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے چولستانیوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں سے متعلق حقائق کی جانچ کیلئے دو بار اعلیٰ سطحی وفد بھیجا جس پر ہم ادارہ کے شکرگزار ہیں۔ خواجہ سعداللہ نے کہا کہ بطور ایچ آر سی پی کے کارکن میری ذمہ داری ہے کہ اپنے ضلع کے پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد بشمول خواتین، بچوں، خواجہ سراء، اقلیتی برادری کے اراکین اور محنت کشوں کو اپنے حقوق کے حصول کیلئے نہ صرف منظم کروں بلکہ انہیں آگاہی وشعور دوں اور اسی مقصد کیلئے اپنے ضلع میں مصروف عمل ہوں۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز 1986ء سے شروع کیا جب ملک پر ایک فوجی آمر کی حکومت تھی، تمام بنیادی حقوق معطل تھے، فرد واحد کی اجارہ داری تھی، سیاسی جماعتوں کے کارکنوں اور رہنماؤں کو جیل میں بند کیا جا رہا تھا اور انہیں کوڑے مارے جا رہے تھے۔ ایسے میں چند انسان دوست رہنماؤں عاصمہ جہانگیر، جسٹس دراب پٹیل، آئی اے رحمٰن و دیگر نے ایک ایسے پلیٹ فارم کی بنیاد رکھی جو انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے اپنا کردار ادا کرے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر لوگوں کو منظم کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں شعور دے۔ انہوں نے کہا کہ ایچ آر سی پی کا ہدف یہ ہے کہ پاکستان کے تمام شہریوں کو بلا امتیاز جنس، مذہب، عقیدے، نسل کے وہ تمام حقوق اور آزادیاں حاصل ہوں جن کا ذکر عالمی معاہدات اور دستور پاکستان میں کیا گیا ہے۔ خواجہ اسداللہ نے کہا کہ چولستان ملک کے پسماندہ ترین علاقوں میں سے ایک ہے اور یہاں کے باسیوں کے معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق مسلسل نظرانداز کیے جا رہے ہیں جس کے سبب آپ اقلیت میں بدل رہے ہیں اور باہر سے آنے والوں کو باقاعدہ منصوبہ بندی سے نوازا جا رہا ہے۔ لہذا آپ جیسے متحرک کارکنوں اور نوجوانوں کو اپنے حقوق کو حاصل کرنے کیلئے ایک ایسے پلیٹ فارم کی بنیاد رکھنی ہوگی جو آپ اور آپ کی آنے والی نسلوں کے حقوق کیلئے اپنا کردار ادا کرے۔ لالہ سدھیر نے کہا کہ ان کا تعلق ہندو کمیونٹی سے ہے۔ چولستان میں مختلف مذاہب کے ماننے والے آپس میں پیار و محبت سے رہتے ہیں اور ایک دوسر کی خوشی و غمی میں شریک ہوتے ہیں مگر انہیں ریاست کی جانب سے نظرانداز کیا جاتا ہے۔ ہر چک سے ملحق جناح آبادی کی کالونی میں اقلیتی لوگ رہائش پذیر ہیں، اکثر آبادیوں میں سڑک، بجلی اور سیوریج جیسی بنیادی سہولیات نہیں، ان کے قبرستانوں تک رسائی کیلئے سڑک نہیں، شمشان گھاٹوں کیلئے زمین دستیاب نہیں جس کے سبب انہیں کئی میلوں کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ سکولوں اور اسپتالوں میں ان کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا ہے یہاں تک کہ تھرمامیٹر استعمال کی اجازت نہیں ملتی۔ جوایا رام نے کہا کہ ان کے علاقے میں انسان اور جانور کی زندگی میں فرق نہیں، پینے کا پانی آلودہ ہے، بیشتر ٹوبہ جات خشک ہو چکے ہیں۔ چولستان کا انحصار اب بھی سیلابی پانی پر ہے۔ رانا محبوب علی نے کہا کہ چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام 1976ء ایکٹ کے تحت ہوا جسے پچاس سال ہونے والے ہیں مگر اس نے اپنے منشور پر 5 فیصد بھی عمل نہیں کیا۔ چولستانیوں کو باقاعدہ سازش کے تحت پورا نہیں گنا جاتا کہ کہیں ان کا اپنا الگ حلقہ نہ بن جائے، بہتر ہے کہ چولستان میں مردم شماری اُس وقت کرائی جائے جب ہجرت کا وقت نہ ہو کیونکہ موسم گرما میں جب خشک سالی ہوتی ہے تو لوگ اپنے ٹوبوں سے ہجرت کر کے آبادیوں میں آجاتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ شمار نہیں ہو پاتے۔ ملک ناصر اعوان نے کہا کہ چولستان صرف چولستانیوں کا ہے۔ حکومت باہر کے لوگوں کو اور مختلف اسکیموں کے ذریعے چولستان کی زمینوں کی بندر بانٹ نہ کرے۔ ماسٹر اللہ رکھا نے کہا کہ گذشتہ کئی سالوں سے سیاسی و سماجی فورم پر چولستان کے حقوق کیلئے آواز بلند کر رہے ہیں۔ چولستان کے باسیوں کو کچھ نہیں ملا جن کی تین نسلیں اُمید پر ختم ہو چکی ہیں۔ طاقتور طبقے چاہے وہ بیوروکریٹ، سیاستدان، علماء یا فوج کے عہدیدار ہوں، وہ بڑے بڑے قطعات کے مالک بن چکے ہیں مگر مقامی چولستانی کو کی جانے والی الاٹمنٹ میں من مانے طریقے سے تاخیر کی جاتی ہے۔

لاہور ہائی کورٹ کو ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے مینجنگ ڈائریکٹر اور کمشنر لاہور نے یقین دلایا تھا کہ وہ 5 اگست تک الاٹمنٹ کی درخواستیوں پر کام مکمل کر کے پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ کو قرعہ اندازی کیلئے دے دیں گے مگر اس عمل میں جان بوجھ کر تاخیری حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ ماسٹر اللہ رکھا نے مزید کہا کہ پنجاب حکومت کی طرف سے LIMS اتھارٹی بنا کر چولستان میں 7 لاکھ ایکڑ رقبہ کو آرپریٹ ایگری کلچر فارمنگ کے ذریعے ایک ہزار ایکڑ کی ایک یونٹ یا لاٹ بنائی گئی جس سے صرف اور صرف بڑے بڑے سرمایہ دار اور زمیندار فیض یاب ہوئے ہیں کیونکہ ایک ایکڑ کی سیکیورٹی 10 ہزار اور سالانہ 11 من گندم اور تمام بھوسہ ہے اور ایک غریب چولستانی ایک ہزار ایکڑ پر مشتمل ایک لاٹ جس کی سیکیورٹی ایک کروڑ بنتی ہے کیسے خرید سکتا ہے؟ ہمارے چولستانی باشندوں کو ان کا مزارعہ یا مزدور بنانے کی کوشش کی گئی ہے جسے ہم چولستانی سختی سے مسترد کرتے ہیں۔

ماسٹر اللہ رکھا نے تجویز دی کہ اگر حکومت اس سات لاکھ (7 لاکھ) ایکڑ اراضی کے یونٹ ایک ہزار ایکڑ کی بجائے ایک ایک مربع کا یونٹ بناتی اور یہ رقبہ چولستانیوں کو دیتی خاص طور پر اُن کو جن کا نام قرعہ اندازی میں نہیں آیا تو یہ زیادہ بہتر تھا اس سے چولستانی بھی خوش ہوتے اور صحرا بھی سرسبز وشاداب ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اب ہمیں اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے آواز بلند کرنا ہوگی۔ اگر ہم متفق نہ ہوئے تو ہماری آنے والی نسلوں کیلئے چولستان میں کچھ نہیں ہوگا لہذا خواجہ اسداللہ کی تجویز پر اپنے حقوق کے حصول کیلئے ہمیں مقامی سطح پر اپنی تنظیم بنانا ہوگی تاکہ ہم بھرپور آواز بلند کرسکیں۔ تمام ساتھیوں کی مشاورت سے ''چولستان ڈیفنس کونسل'' کے نام سے تنظیم بنانے کی قرارداد منظور کی گئی اور متحرک ساتھیوں کو اس کا منشور بنانے کا کہا گیا اور مزید اجلاس منعقد کر کے تنظیمی عمل کو مکمل کرنے پر اتفاق کیا گیا۔

'پوری اجرت ملتی ہے اور نہ کوئی مراعات، سماجی جبر الگ ہے مگر کام کرتے رہنا ہے'

طحہٰ کبیر

یہ فیچر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے صفائی کا کام کرنے والے لوگوں کے حالاتِ زندگی پر مبنی خاکوں کے سلسلے کے طور پر شروع کیا تھا۔ یہ خاکے شکیل پٹھان لیبر سٹڈیز سیریز کا حصہ ہیں جو مختلف شعبوں میں کام کے حالات کا جائزہ مرتب کرتا اور پسماندہ محنت کشوں کے لیے باعزت اور شائستہ کام کے حق سے متعلق پالیسیوں کے بارے میں سفارشات پیش کرتا ہے۔

چالیس سالہ شہنیلا* کام پر روانہ ہونے سے چند منٹ پہلے اپنی سوتی ساڑھی تبدیل کر کے سفید شلوار قمیض پہن لیتی ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے بالوں میں نارنجی سرخ سیندور لگاتی ہیں جو شادی شدہ عورت ہونے کی علامت ہے اور انہیں اس پر فخر ہے۔

سیندور انہیں مسلم اکثریتی معاشرے میں مخصوص ہندو شناخت بھی مہیا کرتا ہے۔ اسی لیے وہ سر پر چادر اوڑھتے ہوئے سیندور سے بھری مانگ کو چھپانے کی کوشش نہیں کرتیں۔ جب بھی وہ اپنے شوہر کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر کام کے لیے نکلتی ہیں تو انہیں کبھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ ان کا سیندور راہگیروں کی متجسس نگاہوں کا مرکز رہتا ہے۔

شہنیلا ہفتے میں چھ دن نو گھنٹے کراچی کے کاروباری مرکز آئی آئی چندریگر روڈ پر ایک نجی کمپنی میں خواتین کے بیت الخلا کی صفائی کرتی ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ وہ تقریباً ایک سال سے یہاں کام کر رہی ہیں لیکن انہیں کام کے دوران پہننے کے لیے یونیفارم نہیں دی گئی حالانکہ ان کے ساتھ کام کرنے والی ایک اور خاتون ملازم کو یونیفارم مل چکی ہے۔

ساڑھی کی جگہ شلوار قمیض پہننے کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اس طرح انہیں اپنا کام کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ یہ اس یونیفارم کا آسان متبادل بھی ہے جو انہیں اپنے مالک سے ابھی تک وصول نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ یہ اپنی پیشہ وارانہ زندگی کو ذاتی زندگی سے الگ رکھنے کی کوشش کی علامت بھی ہے۔

پاکستان میں صفائی کے کام کو کمتر سمجھا جاتا ہے اور ایسے کام عموماً مذہبی اقلیتوں کے لوگ انجام دیتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اکثریتی مسلم آبادی ایسے کام کو 'نامناسب' اور 'ناپاک' سمجھتی ہے۔

صفائی ہر مذہب کا اہم جزو ہے اور ہندو مذہب بھی ظاہری اور باطنی صفائی قائم رکھنے پر زور دیتا ہے۔ لیکن پاکستان میں ہندوؤں سمیت مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ روزانہ جسمانی صفائی سے متعلق اپنے تصورات پر سمجھوتہ کرتے ہوئے خاندان کا پیٹ پالنے کے لیے اس طرح کے کام کرنے پر مجبور ہیں۔

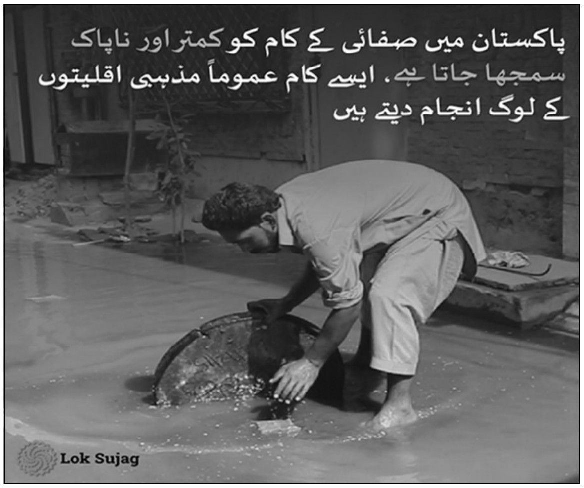

شہنیلا کہتی ہیں کہ انہیں وہ تمام سامان مہیا کیا جاتا ہے جو بیت الخلاء کو صاف رکھنے کے لیے درکار ہوتا ہے، لیکن کام کے دوران اپنے جسم کو صاف رکھنے کے لیے صابن یا تولیے نہیں دیے جاتے۔

تاہم شہنیلا کی یونیفارم کی ضرورت کا تعلق ان کی جسمانی صفائی سے ہے اور یہ ان مشکلات کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی جس کا ان جیسی خواتین دہائیوں سے سامنا کرتی چلی آ رہی ہیں۔

'قسمت نہ بدلی'

شہنیلا جب چھوٹی تھیں تو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح صفائی کا کام کیا کریں گی۔ ان کا تعلق ایک قدامت پسند ہندو خاندان سے ہے جس نے 1947 میں ہجرت نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کراچی کے دیارام جیٹھامل سائنس کالج کے قریب ایک مکان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

ان کے ننھیال اور ددھیال نے پاکستان میں رہتے ہوئے چھوٹے موٹے کام کر کے گزر بسر کا سامان کیا۔

"میرا خاندان قدامت پسند تھا جہاں لڑکوں کی تعلیم کے لیے بھی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے ان سے کمانے کی توقع کی جاتی تھی۔ لڑکیوں کو تو سرے سے اسکول جانے کی اجازت ہی نہیں تھی، اسی لیے میں تعلیم حاصل نہیں کر پائی۔ میں تو دستخط کرنا بھی نہیں جانتی۔"

17 سال کی عمر میں ہی شہنیلا کے والد نے خاندان میں اس کی شادی کر دی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ شادی سے اس کی قسمت بدل جائے گی۔ وہ ہنستے ہوئے کہتی ہیں کہ میرے والد یہ بات نہیں جانتے تھے کہ زندگی میں میرے لیے کچھ نہیں رکھا۔

شہنیلا کے شوہر عمر میں ان سے تقریباً دس سال بڑے ہیں جو اس وقت ایک پٹرولیم کمپنی میں ٹھیکیدار کے ذریعے خاکروب کا کام کرتے تھے۔

"اُس وقت ان کی تنخواہ صرف 2,200 روپے ماہانہ تھی۔ ہمارے لیے اس تنخواہ میں گزارا کرنا بہت مشکل تھا۔ میرے شوہر کو طویل وقت کے لیے کام کرنا پڑتا تھا، اس لیے وہ دوسری نوکری بھی نہیں کر سکتے تھے۔"

شادی کے بعد شہنیلا کے ہاں دو بچوں کی پیدائش ہوئی جن میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔ خاندان کی مالی حالت بہتر نہ ہونے کی وجہ سے ان کے شوہر کو اپنے بچوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھی جدوجہد کرنا پڑتی تھی۔

انہی مسائل کو دیکھتے ہوئے شہنیلا کو احساس ہوا کہ تعلیم انسان کے لیے بہتر مواقع کی راہ کھولتی ہے لیکن ان کے خاندان نے انہیں تعلیم سے دور رکھ کر روشن مستقبل سے محروم کر دیا تھا۔

"میں یہ یقینی بنانا چاہتی تھی کہ میرے بچے، خاص طور پر میری بیٹی سکول جائے۔ خاندان کے باقی لوگوں نے میرے اس فیصلے کو منظور نہیں کیا، لیکن میرے شوہر بچوں کی تعلیم کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔"

شہنیلا نے اپنے بچوں کو تعلیم دلانے اور اس مقصد کے لیے اپنے مالی وسائل بڑھانے کے لیے خود بھی نوکری کرنے کا فیصلہ کیا۔

انہوں نے آج سے تقریباً 20 سال پہلے روزگار کی تلاش شروع کی۔ ابتداً وہ گھروں میں صفائی کا کام کرتی تھیں۔ تاہم اس کام سے ملنے والی اجرت میں ان کا گزارا مشکل تھا۔ اسی لیے انہوں نے شام کے اوقات میں ایک کلینک پر صفائی کا کام شروع کر دیا۔

پچھلی دو دہائیوں میں شہنیلا نے بہت سے سرکاری و نجی دفاتر، بینکوں، چھوٹے بڑے ہسپتالوں اور سکولوں میں بیت الخلا اور فرش صاف کیے ہیں۔ انہیں ایسے بیشتر کام ٹھیکیدار کے ذریعے ملے جن میں معاہدے کی شرائط بہت سخت ہوتی تھیں اور انہیں کوئی اور مراعات نہیں ملتی تھیں۔

تاہم شہنیلا اپنے بچوں کے بڑھتے ہوئے تعلیمی اخراجات اور روزمرہ ضروریات کو پورا کرنے کا مقصد لے کر محنت کرتی چلی گئیں تاہم اس کے باوجود انہوں نے کبھی عزت نفس پر سمجھوتہ نہیں کیا۔

ان کا کہنا ہے کہ وہ کام سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں اور مشکل سے مشکل کام بھی محنت سے کرتی رہیں۔ انہوں نے پہلی مرتبہ عارضی طور پر اس وقت نوکری چھوڑی جب وہ ماں بننے والی تھیں اور دوسری مرتبہ اپنے بڑے بیٹے کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی دو میں سے ایک نوکری کو خیر باد کہہ دیا۔

انہوں نے طویل ترین عرصہ تک جہاں کام کیا وہ ایک سکول تھا جہاں انہوں نے اپنے دونوں بچوں کو بھی داخل کرا رکھا تھا۔ یہاں سکول انتظامیہ نے انہیں بچوں کی ٹیوشن فیس میں رعایت بھی دے رکھی تھی۔ اس سکول کے پرنسپل نے یہ بات بھی یقینی بنائی کہ سبھی طلبہ ان کے بچوں کے ساتھ احترام سے پیش آئیں۔

شہنیلا اپنی بیٹی کے انٹرمیڈیٹ مکمل کرنے تک سکول میں ملازمت کرتی رہیں اور بالآخر اس قابل بھی ہو گئیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے فیس میں دی جانے والی رعایت نہ لینے کا فیصلہ کیا۔ ان کی بیٹی نے گریجوایشن بھی مکمل کر لی جسے وہ اپنی زندگی کا قابل فخر لمحہ کہتی ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ 2020 میں کورونا کی وبا کے دوران جب سکول نے آن لائن کلاسیں لینے کا فیصلہ کیا تو انہیں گھر بیٹھنا پڑا۔ شروع کے چند مہینوں میں انتظامیہ انہیں تنخواہ ادا کرتی رہی تاہم بعد میں ان کی نوکری ختم کر دی گئی۔ اس دوران وبا کے خوف سے لوگ گھروں میں صفائی ستھرائی کے کام کے لیے ملازمین رکھنے سے بھی ہچکچاتے تھے۔

اس مشکل وقت میں شہنیلا کے شوہر کی نوکری ہی گھر میں کمائی کا واحد ذریعہ تھی جو ایک مقامی کالج میں صفائی کا کام کرتے تھے اور اس کے عوض انہیں 23 ہزار روپے تنخواہ ملتی تھی۔ ان حالات میں شہنیلا کے خاندان کے لیے زندگی گزارنا آسان نہیں تھا کیونکہ اس دوران بنیادی ضرورت کی چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی تھیں۔

مشکل حالات کار

جب وبا کا زور ٹوٹا تو انہوں نے دوبارہ نوکری ڈھونڈنا شروع کی جو انہیں ایک ٹھیکیدار کے ذریعے ملی۔ وہ ان دنوں یہی نوکری کر رہی ہیں جس میں وہ صبح ساڑھے آٹھ بجے اپنا کام شروع کرتی ہیں اور دن میں تقریباً تین مرتبہ عمارت کے ہر فلور پر خواتین کے بیت الخلا کی صفائی کرتی ہیں۔ انہیں خوشی ہے کہ لوگ بیت الخلا استعمال کرنے کے بعد انہیں زیادہ گندا نہیں چھوڑتے۔

اس نوکری میں انہیں 20 ہزار روپے اجرت ملتی ہے جو ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ وہ اپنی تنخواہ میں اضافہ چاہتی ہیں تاہم انہوں نے اس حوالے سے کوئی غیر حقیقی توقعات بھی نہیں باندھیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ انہیں بجٹ میں طے کردہ مزدور کی کم از کم اجرت کے برابر تنخواہ ملنی چاہیے جو کہ 25 ہزار روپے ہے۔

جنوری 2023 میں سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی حکومت کو ہدایت دی تھی کہ وہ اپنے تمام محکموں میں صفائی کرنے والے کارکنوں کو 25 ہزار روپے کم از کم اجرت ادا کرے۔ لیکن بدقسمتی سے شہنیلا کمپنی کی براہ راست ملازم نہیں ہیں اور ٹھیکیدار کے ذریعے کام کرنے والے کارکنوں کے لیے اپنی اجرتوں میں اضافہ کرانا ممکن نہیں ہوتا۔

وہ کہتی ہیں کہ جس ٹھیکیداری سسٹم کے تحت وہ ملازمت کر رہی ہے اس میں مالک سے مناسب تنخواہ کا مطالبہ کرنا ہی بے سود ثابت ہوتا ہے اور وہ جس ٹھیکے دار کے ہاں کام کرتی ہیں اس سے یہ سوال کرنا لاحاصل ہے۔ اس سے پہلے انہوں

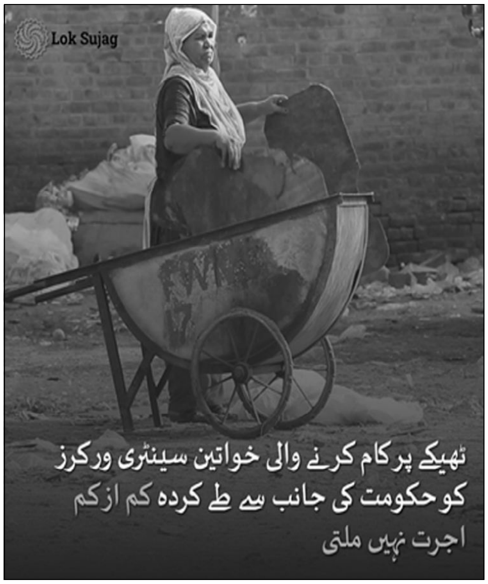

نے ٹھیکے دار سے اجرت میں اضافے کے لیے کئی مرتبہ کہا لیکن ہر مرتبہ ان کی درخواست یہ کہہ کر مسترد کر دی گئی کہ 'یہ ٹھیکے کا کام ہے، اگر کرنا ہے تو اسی اجرت میں کرو ورنہ نہ کرو۔'

'چھٹی نہیں ملتی'

شہنیلا کو تنخواہ کے علاوہ کسی طرح کی کوئی مراعات نہیں ملتیں حتیٰ کہ ان کے لیے بیماری یا کسی ضروری کام کی صورت میں چھٹی کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔

"میں گلہڑ (تھائی رائیڈ) کی بیماری میں مبتلا ہوں جس کی وجہ سے ماہواری کے مسائل آتے ہیں۔ کبھی کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسے آج صبح ہی میں نے اپنے ٹھیکیدار کو فون کیا اور بتایا کہ میرے لیے کام پر آنا ممکن نہیں ہے۔ جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ "اس طرح تو نہیں چل سکتا"۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ "میری جگہ کسی اور صفائی والے کو بھیج دیں لیکن اس نے انکار کر دیا کیونکہ اس کے دیگر کارکن یا تو

بلامعاوضہ ایسٹر کی چھٹی لے چکے تھے اور یا دوسرے کاموں میں مصروف تھے۔ ایسے حالات میں میرے پاس کام پر جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔"

شہنیلا کے ساتھ ٹھیکیدار کا رویہ نہ صرف جنسی امتیاز پر مبنی ہے بلکہ یہ اس بات کی بھی عکاسی کرتا ہے کہ کس طرح ٹھیکیداری نظام میں طبی ایمرجنسی کی صورت میں بھی اپنے کارکنوں کی مدد نہیں کی جاتی۔

شہنیلا کے لیے اپنے کسی مذہبی تہوار میں شرکت کے لیے ٹھیکیدار کو راضی کرنا بھی اتنا ہی مشکل ہے۔

" کبھی کبھار کمپنی کا کوئی ہمدرد ملازم میری طرف سے ٹھیکیدار اور مینیجر سے بات کرتا ہے اور مجھے مذہبی تہوار جیسا کہ ہولی کے لیے ایک دن کی چھٹی مل جاتی ہے"۔ لیکن ہمیشہ اس طرح کی ہمدردی پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔"

شہنیلا اور اس کے ساتھیوں کیلئے غیر رسمی چھٹی ایک اور آزمائش ہے۔ وہ کہتی ہے کہ پچھلے مہینے ان کی بیٹی کی شادی تھی جس کے لیے انہیں ایک ماہ کی چھٹی چاہیے تھی۔ تاہم ٹھیکیدار نے اس شرط پر چھٹی دینے کی حامی بھری کہ وہ کسی ملازم کا انتظام کریں گی جو ان کی واپسی تک ان کی جگہ کام کرے گی۔

"میں نے اس کی درخواست مان لی کیونکہ مجھے اپنی بیٹی کی شادی کی تیاری کے لیے وقت درکار تھا۔ تاہم مجھے اس مہینے کی تنخواہ نہیں ملی کیونکہ ٹھیکیدار نے یہ اجرت اس ملازم کو دی جس نے میری جگہ کام کیا تھا۔ چنانچہ اس وقت میری جیب میں کوئی پیسے نہیں ہیں۔"

ٹھیکیدار نے بیٹی کی شادی کے لیے پیشگی اجرت کے لیے شہنیلا کی درخواست بھی منظور نہیں کی۔ خوش قسمتی سے ان کے بعض صاحبِ استطاعت رشتہ داروں نے شادی کے اخراجات میں ان کا ہاتھ بٹایا اور انہیں کھانے کے سوا کسی شے پر خرچ نہیں کرنا پڑا۔

شہنیلا کو روزانہ ان کے شوہر کام پر چھوڑتے ہیں۔ اسے وہ اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہیں کیونکہ ان جیسی بیشتر خواتین کو پبلک ٹرانسپورٹ پر طویل فاصلے طے کر کے کام کی جگہوں پر جانا پڑتا ہے اور ان کی تنخواہ کا ایک معقول حصہ کرایوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔

شہنیلا کے شوہر بھی ان مسائل کو تسلیم کرتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ ان کی اہلیہ کی تنخواہ کا بڑا حصہ کام پر آنے جانے میں ہی خرچ ہو جائے جبکہ پٹرول کی قیمتیں آسمانوں کو چھو رہی ہیں۔ ان کے شوہر کی ڈیوٹی ساڑھے تین بجے ختم ہو جاتی ہے لیکن وہ شہنیلا کا پانچ بجے تک انتظار کرتے ہیں جو ان کا کام ختم ہونے کا وقت ہے۔

خاندان کی فکر

شہنیلا اس وقت کراچی صدر میں لائٹ ہاؤس مارکیٹ کے قریب ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں رہتی ہیں جو انہوں نے بوہرہ برادری سے تعلق رکھنے والے ایک مالک مکان سے کرائے پر لے رکھا ہے۔

اس جگہ کا انہیں 15 ہزار روپے ماہانہ کرایہ دینا ہوتا ہے۔ تاہم شہنیلا کے خیال میں اس اعتبار سے یہ زیادہ رقم نہیں ہے کہ انہیں بجلی اور پانی بھی میسر ہے۔ اگرچہ اس گھر میں گیس کی سپلائی باقاعدہ نہیں ہے تاہم وہ اس پر مطمئن ہیں۔

شہنیلا کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کا مالک مکان اپنا اپارٹمنٹ صرف ہندو کرایہ داروں کو دیتا ہے اور اس طرح انہیں اپنے پچھلے مکان سے بے دخلی جیسا خطرہ لاحق نہیں ہے جب انہیں ڈی جے سائنس کالج کے قریب کوارٹر چھوڑنے کا کہہ دیا گیا تھا۔ شہنیلا کا خاندان اس جگہ قانونی طور پر غیر تسلیم شدہ پگڑی کے تحت رہتا تھا۔ اس انتظام کے مطابق مالک مکان کرایہ دار کو مارکیٹ کی قیمت سے کم رقم وصول کرنے کے بعد طویل مدت تک جائیداد استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کرایہ دار اس کے بدلے میں معمولی ماہانہ کرایہ ادا کرتا ہے اور اسے بے دخل نہیں کیا جا سکتا حالانکہ جائیداد مالک مکان کے نام پر رہتی ہے اور وہ اس پر ٹیکس ادا کرتا رہتا ہے۔

شہنیلا کہتی ہیں کہ انہیں نیا مکان تلاش کرنے میں مشکل پیش آئی کیونکہ بیشتر لوگ ہندوؤں کو مکان کرایہ پر دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔

"میرے سابقہ مکان مالکان میں سے ایک نے یہ پیشکش کی کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو وہ انہیں کرائے پر مکان دے دے گا۔ تاہم اس مشروط مہربانی کی یاد سے میں اب بھی خوف زدہ ہوں۔"

تعطیلات کا موسم

جب بھی مذہبی تعطیلات قریب آتی ہیں تو شہنیلا کو خوف لاحق ہو جاتا ہے۔

" آج کل ہمارے پاس دیوالی اور دیگر تعطیلات کے لیے نئے کپڑوں پر خرچ کرنے کے لیے بمشکل اضافی رقم ہوتی ہے۔ شکر ہے کہ میرے بچوں نے ہمیشہ ان معاملات کو سمجھا ہے۔ میرا بیٹا صرف ایک ہی چیز چاہتا ہے کہ وہ دیوالی پر آتش بازی کرے۔ میں اسے آتش بازی سے بہت ڈراتی ہوں کیونکہ میرے زیادہ تر پڑوسی مسلمان ہیں، اس لیے میں اسے عموماً اسے کیماڑی میں اپنی والدہ کے گھر بھیج دیتی ہوں۔ وہاں وہ لوگ ہندو مندر جاتے ہیں اور کسی پابندی کے بغیر تہوار مناتے ہیں۔"

مذہبی تہواروں پر شہنیلا کے خوف کا سبب چند سال پہلے پیش آنے والا ایک واقعہ ہے۔

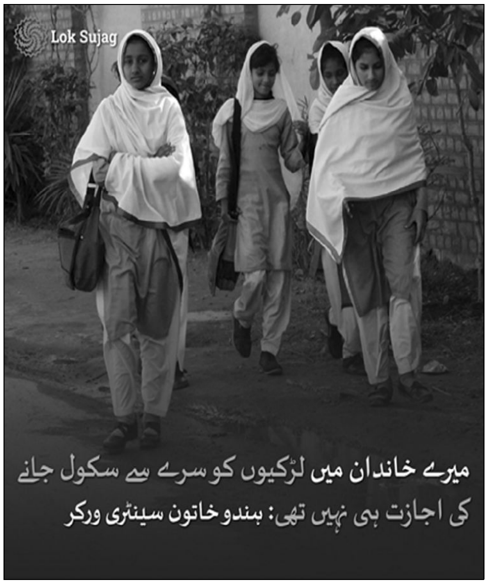

جب وہ پاکستان چوک میں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتی تھیں تو انہوں نے ایک مذہبی تہوار کے لیے گڑ کی روٹی بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے گھر سے باہر عارضی چولہا بنا کر روٹیاں تیار کرنا شروع کر دیں۔ اسی دوران پڑوسی ان کے اردگرد جمع ہو گئے اور الزام عائد کیا کہ وہ کالا جادو کر رہی ہیں۔

ایک بے ضرر کام پر اس جارحانہ ردعمل سے پریشان ہو کر شہنیلا نے اسی رات وہ گھر چھوڑ دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اپنے خاندان کی حفاظت ان کی پہلی ترجیح ہے۔

اپنے خاندان کی حفاظت کو لاحق ایسے خطرات کے علاوہ شہنیلا کو کسی اور طرح کے امتیازی سلوک کی شکایت نہیں ہے۔

"میں یہاں مکمل آزادی کے ساتھ رہتی ہوں، میرے بچے ہمارے مذہبی تہوار سے زیادہ خوشی یومِ آزادی پر مناتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ملک کے لیے جان بھی دینے کے لیے تیار ہیں۔"

شہنیلا کے یہ الفاظ مخلصانہ حب الوطنی کے احساس کو ظاہر کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان الفاظ سے اپنی بقا کو لاحق اس خطرے کا احساس بھی ظاہر ہوتا ہے جو وقت کے ساتھ ان جیسے لوگوں کو لاحق ہوا ہے۔

شہنیلا کہتی ہیں، انہوں نے اور ان کے شوہر نے بیت الخلا صاف کرنے اور جھاڑو دینے کا کام صرف اس لیے قبول کیا کہ ان کے بچے پڑھ لکھ جائیں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ ان کے بچے اور نواسے انہی جیسے راستے پر چلیں۔ وہ امید کرتی ہیں کہ حکومت ہندو بچوں کی تعلیم کے لیے خصوصی اقدامات کرے گی تاکہ وہ بڑے ہو کر باعزت روزگار کما سکیں۔

*شناخت خفیہ رکھنے کے لیے نام تبدیل کیا گیا۔

تاریخ اشاعت 19 اگست 2023

(بشکریہ لوک سجاک)

ریل کی پٹڑی یا موت کی لکیر

آصف البشر خان

6اگست 2023 کو ہزارہ ایکسپریس کا حادثہ نواب شاہ کی تاریخ کا بدترین سانحہ ہے۔ کراچی سے اپنے مقررہ وقت پر روانہ ہونے والی یہ بدقسمت ریل گاڑی نواب شاہ پہنچنے سے قبل چند کلومیٹر کے فاصلے پر سرہاڑی کے مقام پر پٹڑی سے نہ صرف اتر گئی بلکہ اس کی متعدد بوگیاں الٹ گئیں جس میں مجموعی طور پر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 30 سے زائد افراد لقمہ اجل بن گئے جبکہ سینکڑوں مسافر شدید زخمی ہوئے۔ سو سے زائد مسافروں کو انتہائی تشویشناک حالت میں ایمرجنسی ہسپتال پہنچایا گیا۔ متعدد افراد جن میں بچے اور عورتیں شامل ہیں اپنے خاندان سے بچھڑ گئے۔ بتانے والے بتاتے ہیں کہ زخمی مسافر اپنے بچوں اور فیملی کے دیگر افراد کو بے بسی کے عالم میں تلاش کر رہے تھے۔ حادثے کے فوری بعد ایک کہرام برپا تھا اور کیوں نہ ہوتا جب ریل کے دروازوں پر کھڑے یا بیٹھ کر سفر کرنے والے مسافر خواتین و مرد اور بچے بوگیاں الٹنے کے نتیجے میں بری طرح کچلے اور کٹ گئے۔ ریسکیو کا عمل شروع ہونے سے قبل ہر طرف اعضا بکھرے ہوئے تھے، کسی کا ہاتھ الگ تھا تو کسی کا دھڑ، کسی کی ٹانگ الگ تھی تو کسی کے کئی حصے ہو چکے تھے۔ حادثے میں بچ جانے والے مسافروں اور اطراف کے دیہاتیوں نے اپنی مدد آپ کے تحت الٹ جانے والی بوگیوں میں سے زخمیوں کو نکالنے کی ابتدائی کوششیں کیں تاہم مشکل ترین صورت حال میں امدادی ٹیموں کے بروقت نہ پہنچ پانے سے ہلاکتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ کئی مسافر ٹنوں وزنی بوگیوں کے ملبے تلے شدید زخمی حالت میں مدد کو پکار رہے تھے۔ ایک خاتون جو اپنی ٹانگ الٹ جانے والی بوگی سے کٹ جانے کے باوجود بری طرح پھنسی ہوئی تھی، وہ اپنی معصوم بچی کو زندہ بچانے کیلیے آہ و بکا کرتی دکھائی دی، لیکن اس بھاری بھر بوگی کو بغیر مشینری کے ہٹانا تو دور سینکڑوں کے مجمع کی طرف سے لاکھ کوشش کے باوجود ہلانا بھی محال تھا جو اس خاتون کی زندگی کے خاتمے کا سبب بنی۔ قریب ہی ایک 5/6 سالہ معصوم بچی بھی بوگی تلے دبی ہوئی چلا رہی تھی لیکن وہ کئی گھنٹے بعد زخمی حالت میں نکال لی گئی۔ عینی شاہدین نے جس انداز سے ان مناظر کی عکاسی کی وہ تصورات میں اس طرح شامل ہو گئے کہ ان دیکھے مناظر بھی بیانیوں میں قلبی اذیت کا باعث بنے ہوئے تھے۔ سانحہ ہزارہ ایکسپریس کے ایک مسافر نے بتایا کہ ریل گاڑی کم و بیش 50 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے نواب شاہ کی طرف پہنچنا چاہ رہی تھی کہ اچانک ریل میں زلزلہ نما ارتعاش ہوا جس نے مسافروں کی چیخیں نکال دیں اور اسی اثنا میں گرج دار آوازوں میں آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور چلتی ریل کی کئی بوگیاں الٹ گئیں۔ عینی شاہد کا کہنا تھا کہ تیز رفتاری کے باعث ریل جیسے ہی پٹڑی سے اتری تو لرزش سے انسانی اعصاب بے قابو ہو گئے کوئی بھی مسافر خود کو سنبھال نہ پایا اور ایک سے پانچ سیکنڈ میں اس سانحہ کی تاریخ رقم ہو گئی۔ بدقسمت ریل کراچی سے حویلیاں جا رہی تھی کہ حیدرآباد، ٹنڈو آدم اور شہداد پور اسٹاپ کرتی ہوئی اپنی منزل مقصود کی جانب رواں دواں تھی کہ سرہاڑی کے مقام پر حادثہ رونما ہوا۔ اموات کا شکار ہونے والے زیادہ تر مسافروں کا تعلق ضلع سانگھڑ سے ہے جو ٹنڈو آدم اور شہداد پور اسٹیشنوں سے سوار ہوئے ہوں

کئی مسافرٹنوں وزنی بوگیوں کے ملبے تلےشدید زخمی حالت میں مدد کو پکار رہے تھے۔ ایک خاتون جو اپنی ٹانگ الٹ جانے والی بوگی سے کٹ جانے کے باوجود بری طرح پھنسی ہوئی تھی، وہ اپنی معصوم بچی کو زندہ بچانے کیلیے آہ و بکا کرتی دکھائی دی، لیکن اس بھاری بھر بوگی بغیر مشینری کے ہٹانا تو دور سینکڑوں کے مجمع کی طرف سے لاکھ کوشش کے باوجود ہلانا بھی محال تھا جو اس خاتون کی زندگی کے خاتمے کا سبب بنی

گے۔ امکان غالب ہے کہ یہی وہ مسافر تھے جو چھوٹے سفر کی وجہ سے سیٹ ریزو نہ ہونے کے باعث دروازوں کے پاس کھڑے ہوئے یا وہاں بیٹھے ہوئے تھے جو بوگیاں اُلٹتے ہی گرتے گئے اور بوگیوں تلے دب کے لقمہ اجل بنے۔ المناک حادثے کی اطلاع ملتے ہی نواب شاہ کے پیپلز میڈیکل یونیورسٹی اسپتال میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی۔ ایدھی، ریسکیو 1122 سمیت دیگر فلاحی اداروں کی ایمبولینسیں ہنگامی بنیادوں پر جائے وقوعہ پر پہنچیں اور امدادی کاموں میں انسانی زندگیوں کو بچانے کی ترجیحی کوششیں کیں۔ کئی زخمی اسپتال پہنچنے سے قبل جانبر نہ ہو سکے۔ پاک فوج کے دستوں سمیت رینجرز، پولیس حتی کہ ہر شہری نے اپنے تئیں بھرپور کوشش کی کہ وہ امداد کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ شہریوں کی بڑی تعداد جو کہ ہزاروں میں ہوگی کھانے پینے کی اشیاء، دودھ، جوس، پانی، برف، ابتدائی طبی امداد کا سامان اور اپنی سواریاں لیکر جائے حادثہ پر پہنچنا شروع ہو گئے۔ اور ہنگامی حالات میں جس سے جو بن پڑا، اس نے اپنی نیک نیتی کا حصہ شامل مدد کیا۔ دوسری جانب پی ایم یو اسپتال میں خون کے عطیات دینے کیلیے ہزاروں افراد جن میں خواتین بھی شامل تھیں، پہنچ کر مسافروں کی جان بچانے میں مدد کیلیے جمع ہوئے۔ تاہم اسپتال میں عملے کی عدم دستیابی تھی جس کی وجہ سے لوگ خون دینے کو تیار رہے مگر خون لینے کیلیے انتظامات ناکافی تھے۔ اس کے باوجود صرف دو گھنٹوں میں ایک ہزار سے زائد خون کے عطیات جمع کیے گئے جبکہ مزید عطیات کیلیے صورت حال کے مطابق ڈونرز کو متحرک کیا گیا کہ وہ تیار رہیں، ضرورت پڑنے پر اعلان کیا جائے گا۔ انسانیت کی خاطر نواب شاہ والوں کے اس جذبے کو تاریخ میں اگر کبھی نظر انداز کیا گیا تو یہ تاریخ کے ساتھ ایک بدترین مذاق ہوگا۔ اس لیے، بلاشبہ نواب شاہ کی عوام میں انسانیت کے اس جذبے کو فراموش نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کی خدمات اور جذبے کا معترف ہونا چاہیے۔

ریل حادثے میں جاں بحق افراد میں 27 لاشوں کی شناخت کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی گئیں جن میں 7 لاشیں ٹنڈو آدم، 2 لاشیں صادق آباد، 2 لاشیں ملتان، 18 لاشیں سندھ کے مختلف علاقوں میں ورثاء کے حوالے کی گئیں۔ قبل ازیں واقعہ کی اطلاع ملتے ہی وزیر اعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نواب شاہ پہنچے جہاں انہوں نے پیپلز میڈیکل اسپتال نواب شاہ کا دورہ کر کے سرہاڑی ریل حادثے میں زخمیوں کی عیادت کی اور سہولیات کے متعلق معلومات لیں۔ اس موقع پر میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ سندھ نے کہا کہ ریل حادثے میں قیمتی انسانی جانوں کے ضائع ہونے پر بہت افسوس ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت سندھ نے فوری طور پر جائے وقوعہ پر امدادی کام شروع کر دیا تھا جبکہ زخمیوں کو قریبی اسپتالوں میں منتقل کر کے علاج معالجے کی سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں۔

پاکستان ریلوے لاہور ہیڈ کوارٹر کو ہزارہ ایکسپریس حادثے کی جوائنٹ سٹرفکیٹ رپورٹ ارسال کی گئی جس میں شعبہ سول اور شعبہ مکینکل کی نااہلی کو حادثے کی وجہ قرار دیا گیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ حادثے میں تخریب کاری کے کوئی شواہد نہیں ملے، رپورٹ میں حادثے کی وجہ پٹڑی کا ٹوٹنا اور فش پلیٹ کا نہ ہونا شامل ہیں، جبکہ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ریل کے انجن، وہیل اور ٹریک میں خرابی کی وجہ سے بھی حادثے کی وجہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حارث خلیق کی کتاب ''حیران سر بازار''

ابراہیم ملک ٹمن

ادب کی دیگر اصناف کی نسبت شاعری کی طرف میرا رجحان کم کم رہا ہے۔ پھر شاعری میں بھی زیادہ تر مجھے غزل کی نسبت نظم سے رغبت ہے۔ بالخصوص علامہ اقبال اور ن م راشد کی نظمیں۔ موجودہ دور کے شاعروں کو کم ہی پڑھا ہے۔ پچھلے دنوں محمد اظہار الحق صاحب کے ایک کالم جو حارث خلیق صاحب کی کتاب ''حیران سر بازار'' پر تھا، زیر مطالعہ ہوا۔ اظہار صاحب نے بہت احسن انداز سے اس کتاب اور صاحب کتاب کا تعارف کروایا۔ میں نے وہیں سے یہ کتاب خریدنے کا ارادہ بنا لیا اور چند روز بعد مکتبہ دانیال سے یہ کتاب بھی منگوالی۔

اس کتاب کا پیش لفظ وجاہت مسعود صاحب نے لکھا اور کیا خوب لکھا۔ وجاہت صاحب نے اپنے پیش لفظ میں حارث خلیق کی شاعری کے حوالے سے یہ بات واضح کر دی تھی کہ حارث صاحب بنیادی طور پر نظم کے آدمی ہیں۔ جس کے بنیادی عناصر چار ہیں۔ انسان دوستی، مٹی کی محبت، افتادگان خاک سے الفت اور روایت کا رچا ہوا احترام۔ یہ چاروں چیزیں آپ کو حارث صاحب کی شاعری میں بیک وقت ملیں گی۔ دوسرا، حارث کی نظموں کا زیادہ تر حصہ کرداری نظم پر مشتمل ہے۔

اقبال کرداری نظم کے بانی ہیں اور اس سلسلے کو راشد اور مجید امجد نے بہت احسن انداز سے آگے بڑھایا۔ میں نے ن م راشد کو زیادہ پڑھا ہے۔ لیکن ن م راشد کی شاعری کا خبط یا خاصہ یہ ہے کہ ان کی نظم کا ایک ایک جملہ آپ کو اپنے پیچھے بھگاتا ہے۔ راشد صاحب کی زبان قدرے مشکل ہے۔ جیسا کہ وجاہت صاحب ذکر کرتے ہیں ''راشد صاحب کی الوہی لغت کی نسبت حارث خلیق کی نظموں میں آپ کو زمینی محاورے اور اپنے اردگرد رچا بسا ماحول اور کردار ملیں گے''۔

اب کچھ نظموں کی بات کرتے ہیں۔ یقین کیجیے ایک سے بڑھ کر ایک نظم! شروع میں رشیدہ ڈومنی، نیامت اللہ سعید بنگش اور سلامت ماشکی نے تو دل موہ لیا۔ ''صابرہ بنو'' کے نام سے ایک نظم جس میں وہ ایک ایسی لڑکی کا دکھ بیان کرتے ہیں کہ جس پر کام کاج کا بہت بھار ہے۔ جس نے کم عمری سے ہی پکانا، ریندھنا شروع کر دیا۔ گویا سب کام ماں سے سیکھے اور دھمکیاں اس طرح سنیں:

''اے لڑکی بن سنور کر دوسروں کے سامنے آئی
تو دیدے پھوڑ دوں گی
اور جو چوکیدار سے مل مل کے ٹھٹھے مارتے دیکھا
تو مرے کتے چھوڑ دوں گی

اب یہ بیچاری صابرہ بانو جو سارا دن کام کر کر کے رات کو بھی سکون نہ پاتی تو اسے یقیناً اپنا ہونا کچھ ایسے ہی لگتا ہوگا:

جب آدھی رات تک لوہے کے کونے سے
پتیلے مانجھتے رہنے سے پوریں سرخ ہو جاتیں
انگوٹھوں، انگلیوں پر ورم آ جاتا
اسے سب قہر لگتا تھا
مزید اس پر جو کچی نیند سے اٹھ کر
سویرے لان میں جھاڑو لگاتی
اپنا ہونا زہر لگتا تھا

شاعر کا کمال بیان دیکھنے لائق ہے۔ کیسے احساسات کو خوبصورتی سے الفاظ میں سمو دیا۔ ایک نظم جعفر زٹلی کے نام سے ہے۔ جعفر زٹلی اردو اور فارسی کے شاعر تھے۔ انہوں نے مغلیہ عہد میں مزاحمتی شاعری کی اور اس کی سزا انہیں موت ملی۔ حارث خلیق نے ان کی بہادری کو اور ہمارے حکمرانوں کی سفا کی کو اس نظم میں بہت منفرد انداز میں بیان کیا۔ جعفر زٹلی کا خیال کچھ یوں بیان ہوا ہے:

جو میرے پاجامے میں موری ہے بالکل کھلی ہے
مگر شاہزادوں اور شاہ کے سر میں جو موریاں
خود خدا نے بنائیں
وہ سب بند ہیں

یعنی میری تو پاجامے کی موری بھی سب پر عیاں ہے۔ لیکن ان حکمرانوں کے دماغوں میں جو اتنی بڑی بڑی موریاں ہیں، کیا یہ اقتدار ان کی یہ موریاں چھپا دے گا؟ یہ ان کے عقلوں میں ہوئی موریاں ان کو اتنا نیچا کر دیں گی کہ یہ پائی پائی کے لیے انگریز کے محتاج ہو جائیں گے۔ خود خدا نے بنائیں/ وہ سب بند ہیں'' کہ تخت خدا نے ان کے ظلم کے سبب ان پر مہر لگا دی ہے! جب انگریز سامراج کا مہیب سایہ ہند پر قبضہ کرنے کو تھا۔ تب ہمارے حکمرانوں کا اپنے آپ میں مگن ہونا آگے یوں بیان ہوتا ہے:

کثافت کے ڈھیر اور ابلتی ہوئی نعلیاں ہیں
کجی، مفلسی اور زبوں حالیاں ہیں
غلاظت سے یہ سلطنت اس طرح سے بھری ہے
نئی جان لیوا وبا
روز ازل رعایا کے سر پر کھڑی ہے
مگر شاہزادوں کی اور شاہ کی ناک میں
عود و عنبر بسے ہیں

کتنے کرب سے شاعر نے اس نظم میں ہماری ٹریجڈی کو بیان کیا ہے! آگے چل کر چھ ٹکڑوں میں مختصر پیرائے میں جس طرح رات کو بیان کیا وہ بھی بے مثال ہے۔ حارث خلیق نے ایک جگہ ہمارے جمود کو دھند سے تشبیہ دی۔ ایسی دھند جس میں ہمیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا اور نہ ہم اس کے لیے نادم ہیں:

ہمارے دلوں میں ہے جنبش
ستاروں کی موہوم سی سرسراہٹ
مگر راستہ
روح کی دھند میں گم ہوا
روح کی دھند جو چھانٹنے
روشنی ہم نے سینچی نہیں
سخت عجلت میں باہر سے
جب بھی اجالے لیے مستعار
ان سے سب بال و پر جل گئے

ہماری تاریخ کی بہت اہم شخصیات کو حارث خلیق نے اپنی نظموں کا حصہ بنایا اور انہیں کمال انداز میں خراج تحسین پیش کی، مثال کے طور پر مولانا حسرت موہانی پر نظم کے میں دو بند پیش کرتا ہوں:

زیر دستوں کی نگاہوں سے ٹپکنے لگے آگ
جب مری حریت فکر کا احوال ہو پیش

اندازہ لگائیے کہ کیسے حسرت کی حریت کو سراہا گیا ہے۔ اس کتاب میں جلیانوالہ باغ سمیت کئی فسادات اور کئی شہروں کی زبوں حالی کو شعر و سخن کا موضوع بنایا گیا ہے۔ ہمارے ہاں جو پاکستان سے علیحدگی کی تحریکیں اٹھیں، پاکستان بننے کے بعد بنگال علیحدہ ہو گیا اور ابھی یہ صورتحال ہے کہ ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے سندھی، بلوچی اور پختون ہم سے خفا خفا ہیں۔ نظم ''المیہ'' کے تحت ہمارے المیہ تقسیم کو یوں بیان کیا:

مجھے تقسیم سے، تقسیم در تقسیم سے
حد سے زیادہ خوف آتا ہے
کہ مونا باؤ، واہگہ، والٹن، ڈھاکہ کی مائیں
مجھ میں زندہ ہیں

پاکستان کی تاریخ سے متعلق چھ حصوں پر مبنی نظم لکھی۔ یہ ٹکڑے معمولی سی طوالت پر مشتمل ہیں لیکن بے حد کمال۔ ایک ہی موضوع کو چھ حصوں میں مختلف زاویوں سے برتا۔ اس کتاب میں حارث خلیق کی چند پنجابی نظمیں بھی ہیں۔ پنجابی شاعری سے ایک نظم ''نانی اماں'' جو مجھے بے حد پسند آئی۔ دیکھیے ذرا:

میں بچیاں نوں ویکھ کے ہسدا
اوہ نہیں ہسدے
امی مینوں ویکھ کے ہسدے
میں نہیں ہسدا
بچے امی کول بیس تے ہسدے رہندے
میں نانی نوں یاد کراں تے روندا رہندا
نسلاں دی اے گھمن گھیری سمجھ نہیں آندی
مینوں نانی اماں دی کوئی خبر نہیں آندی

اس کتاب کے آخر میں چند غزلیں بھی پیش ہیں، جو کہ بہت منفرد اور اعلیٰ ہیں۔ دوستو! کچھ موجودہ شاعروں کی غیر پیداواری شاعری کو دیکھ کر اگر آپ مایوس ہیں اور اپنی عظیم شعری روایات پر ماتم کناں ہیں، تو ذہن نشین کیجیے الحمدللہ ہمارے پاس ابھی تک شاعری میں کئی نابغہ موجود ہیں۔ جن میں حارث خلیق کا نام سرفہرست ہے۔ یہ کتاب ضرور پڑھیے اور سر دھنیے!

(بشکریہ ہم سب)

قلم آزاد

ترتیب وادارت: ادریس بابر

التجا

یہ عورت ہے
اسے تم سات پردوں میں چھپاؤ
اسے تم باندھ کر رکھو
یہ بکری سے زیادہ قیمتی ہے
کہ بکری دودھ دیتی ہے
مگر جب کاٹ کر کھا لو
تو پھر کچھ بھی نہیں رہتا
یہ عورت ہے اسے کچا چبا لو
پھر بھی یہ زندہ رہے گی
اور تمہارے کام آئے گی
تم اس کے ذہن و دل پر
اور اس کے جسم کے
ایک ایک حصے پر
خلا میں پلنے والے خوف کا
پہرہ بٹھادو
یہ ماں ہو یا بہن
بیوی ہو محبوبہ ہو بیٹی ہو
تمہاری خادمہ ہو یا طوائف ہو
تمہارے کام آئے گی
میں اک عاصی
بہت ناچیز بندہ ہوں
مری اک التجا ہے
کہ جب اس دن
گھنی داڑھی کا ایک اک بال گن کر
تمہیں حوریں ملیں گی
تو ان حوروں کے صدقے میں
زمیں پر بسنے والی
اس حقیر عورت کی سب کمزوریاں
ساری خطائیں معاف کر دینا
اسے بھی بخشوا دینا
(حارث خلیق)

عشرہ

اس نے میٹنگ بلائی اور کہا
لوگ، دن رات کنٹرول میں ہیں
ٹیپ منہ پر لگائی اور کہا
سب بیانات کنٹرول میں ہیں
اس نے گولی چلائی اور کہا سر جی،
حالات کنٹرول میں ہیں
سب زمیں پر خدا کے نائب تھے
سب زمیں پر خدا کے نائب ہیں

وہ جو اپنی 'خوشی' سے مارے گئے
وہ جو اپنی 'رضا' سے غائب ہیں
(ادریس بابر)

نیلی زمیں اے نیلی زمیں
بھید بتا
کیوں ہریالے کھیت کھنڈر ہو جاتے ہیں؟
(بنا بتائے)
اک سیدھا سادہ چرواہا
چھوٹی بڑی گاڑی کے سامنے کیوں کچا پڑ جاتا ہے
عورت اپنے مرد سے چھپ کر کیوں روتی ہے؟
مرد کسی کی عورت پیچھے کیوں مرتا ہے؟
نیلی زمیں زہریلی زمیں!
کیوں آ جاتے ہیں مسند پر بھدے گندے لوگ
ثروت اور جمال کو نکڑ والی قبر ہی کیوں ملتی ہے؟
نیلی زمیں! چمکیلی زمیں
اتنی پڑھی لکھی لڑکی کے ہاتھ نہیں پیلے ہو پاتے
ماں کی آنکھ سے آنسو شامت کیوں لاتے ہیں؟
اور خدا کا بھیجا ہوا انسان کہاں پر مل سکتا ہے؟
نیلی زمیں!
تُو کیوں سہتی ہے؟
کچھ گھٹیا دو پایوں کی سینے پر مستی
کیوں نہیں ہنستی؟؟
ہنس دے اور اب کھل کر ہنس!
اتنی دیر کہ اونچ نیچ کا فرق مٹا دے
چرواہے سے لے کر شاہ کے درباروں درباریوں تک وہ
قہقہہ جائے!
سب مٹ جائے
(علی زریون)

منتظم

چند بندے چھانٹ کر
کچھ لفافے بانٹ کر
اور لوگوں کو مسلسل ڈانٹ کر
سب سے اچھا منتظم کہلا لیا
اہل قوت کو یو نہی بہلا لیا
جو ملا سب کھا لیا
چھین کر آنکھوں سے خواب
سب کو پہنایا غلامی کا لباس
کس کے تلوے چاٹ کر
داغ دامن پر جو تھا دھلوا لیا
(اشفاق عامر)

جمہوری تماشے

چور کو مور پڑ بھی سکتے ہیں
مور پھر ہاتھ چڑھ بھی سکتے ہیں
کیسی آہ و فغاں کہ ہائے وطن!
اتنا چیخے، گلے ہی رندھ گئے ہیں
کوئی مجرم فرار ہو چکا ہے
کسی ملزم کے ہاتھ بندھ گئے ہیں
اس کو جمہوریت سمجھنا چاہیں
اس میں ٹینشن کی کوئی بات نہیں
گولی ڈنڈوں سے کام چل جاتا ہے
کوئی بھی بل پڑے نکل جاتا ہے
(سعدیہ سویرا)

....

ع۔ ففتھ جنریشن وار

غلام ہونا اتنا برا نہیں ہوتا
جتنا برا غلام کا غلام ہونا ہوتا ہے
اگر تمہارا آقا خود ایک اسلحہ بردار غلام ہو
تو یقین رکھو کہ تمہاری زبان کاٹ دی جائے گی
ہاتھ کاٹنے سے پہلے اور سوچ کاٹنے کے بعد
یہ پانچ کا ہندسہ بہت عجیب ہے---
پنجتن پاک کی جدوجہد
پانچویں نسل کی جنگ کہلانے لگی ہے
اور پانچ اگست میں بارڈر کے دونوں طرف
فرق صرف آدھے گھنٹے کا ہے
(ارسلان احمد، لاہور)

....

"مجھے میری ماں نے آزاد جنا ہے" (ع)

دبائی جا سکتی ہے میری آواز
مگر اسے بانجھ نہیں کیا جا سکتا
قید کیا جا سکتا ہے میرے لفظوں کو
مگر ان کی نسل کشی نہیں کی جا سکتی
منتشر کیے جا سکتے ہیں میرے خواب
مگر انہیں آنکھوں سے جلا وطن نہیں کیا جا سکتا
بجھایا جا سکتا ہے میری آنکھوں کا چراغ
مگر انکی حیرانی کا قتل نہیں کیا جا سکتا
چھینا جا سکتا ہے مجھ سے میرا رزق
مگر مجھ سے میرا نظریہ نہیں خریدا جا سکتا
(حماد نیازی)

اسپتال میں مریضہ پر مبینہ تشدد کی تحقیقات جاری ہیں

ٹنڈو محمد خان اطلاعات موصول ہوئیں کہ شہر سومرا محلّہ کی رہائشی 25 سالا سیما ایک نجی یونیورسٹی انڈس میڈیکل یونیورسٹی اسپتال کے آئی سی یو میں داخل تھی جسے اسپتال کے ملازم حماد نے مبینہ طور پر زیادتی کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ بعدازاں، متاثرہ خاتون کو کراچی کے ایک نجی اسپتال منتقل کیا گیا جہاں وہ انتقال کر گئی ہے۔ دوسری جانب ایس ایس پی ٹنڈو محمد خان نے واقعہ کا نوٹس لے کر ڈی ایس پی محمد خان کی سربراہی میں انکوائری کمیٹی قائم کر دی ہے اور تشدد کے الزام میں ملزم حماد کو گرفتار کرلیا ہے جو کہ اسپتال میں بطور نرس کام کرتا تھا۔ اس کے علاوہ، واقعہ کی تحقیقات کے لیے یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر فیروز میمن کی سربراہی میں بھی ایک انکوائری کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ (محمد رمضان شورو)

گھریلو ورکرز کے تحفظ کے ایکٹ کے حوالے سے اجلاس

ملتان پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ملتان چیپٹر کے زیراہتمام پنجاب ڈومیسٹک ورکرز ایکٹ کے گھریلو ملازمین پر اثرات کے حوالے سے ایک تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ پنجاب میں 2019 میں گھریلو ورکرز کے تحفظ کیلئے ایکٹ بنایا گیا تاہم اس کے نفاذ کی صورتحال انتہائی دگرگوں ہے۔ جن ورکرز کے حقوق کیلئے قانون لایا گیا ہے وہ آج تک اس سے لاعلم ہیں جبکہ ایکٹ کے نفاذ کیلئے پنجاب ڈومیسٹک ورکر اتھارٹی قائم ہوئی تھی جس پر سنجیدگی اختیار نہیں کی گئی۔ مزدور بھی حقوق کیلئے جدوجہد کرتے ہیں۔ آگاہی زیادہ سے زیادہ پھیلائی جائے۔ قانون بننے پر کوئی شکایت سامنے نہ آنے کا مطلب ہے کہ حقوق مہیا کیے جارہے ہیں؟ جب تک حق نہیں مانگا جائے گا تب تک حق نہیں ملے گا۔ اس کیلئے یونین سازی عمل میں لائی جائے۔ پنجاب ڈومیسٹک ورکرز ایکٹ۔ 2019 گھریلو ملازمین کیلئے بنایا گیا تا کہ انہیں معاشی وسماجی تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ سیکشن 3 کے مطابق کوئی بھی بچہ جس کی عمر 15 سال سے کم ہے اسے ملازم نہیں رکھا جاسکتا ہے۔ مذہب کی بنیاد پر اجرت میں کوئی تفریق نہیں کی جائے گی۔

(روزنامہ پاکستان)

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیراہتمام سیمینار کا انعقاد

مظفرگڑھ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے نجی ہوٹل مظفرگڑھ میں ایک سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار کا مقصد صنفی تشدد اور اس کی روک تھام کے لئے کئے جانے والے اقدامات کا جائزہ لینا تھا۔ سیمینار کی صدارت طاہرہ حبیب نے کی۔ سیمینار میں ریجنل کوآرڈینیٹر فیصل محمود، شکایات آفیسر جنوبی پنجاب انیلہ اشرف نے بھی شرکت کی۔ سیمینار سے صدر جینڈر ایسوسی ایشن شاہانہ عباس، مختاراں مائی سمیت مختلف شرکاء نے خطاب کیا۔ اس موقعہ پر محترمہ طاہرہ حبیب نے کہا کہ مظفرگڑھ پسماندہ ہونے کے باعث یہاں اکثر اوقات جرائم کی وارداتوں کے واقعات رپورٹ ہوتے رہتے ہیں۔ شرکاء نے اپنے تاثرات میں کہا کہ جرائم کے واقعات جب رپورٹ ہوتے ہیں تو میڈیا ہمیشہ مثبت کردار ادا کرتا ہے اور میڈیا کی وجہ سے ہی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں دنیا کے سامنے آتی ہیں تاکہ جرائم کرنے والے افراد کو سزا دی جاسکے۔ (سفیر پنجاب)

یوٹیلیٹی اسٹورز کی بندش سے عوام کو مشکلات کا سامنا

میانوالی کندیاں میں 3 یوٹیلیٹی اسٹورز کی بندش کے اعلان پر فوری عمل درآمد ہوگیا ہے۔ محکمہ نے صدیقی بازار میں نزد النور مسجد اور لاری اڈہ برانچ و خانقاہ سراجیہ کے سٹورز بند کرنے کا اعلان کیا تھا جس کی بعد میں ریجنل انچارج میانوالی نے تردید کی تھی مگر آج ہی سامان اٹھا لیا گیا اور ان سٹورز کو کندیاں کے دیگر مقامات کے سٹورز میں ضم کیا جارہا ہے۔ بعدازاں معلوم ہوا کہ چکڑالہ کے علاقہ رکھی اور پائی خیل میں بھی یوٹیلیٹی سٹور بند کردیئے گئے۔ عوام کو تھوڑی بہت جو سبسڈی میسر تھی اس کو بھی آہستہ آہستہ واپس لیا جارہا ہے۔ رکھی میں سٹور کی بندش کے خلاف عورتوں نے احتجاج کیا۔ اب صدیقی بازار کی عوام، ریلوے کالونی محلّہ اسلام آباد اور نظام آباد تک کے لوگ، لاری اڈہ المعصوم چوک، محلّہ مصطفیٰ آباد اور نواح کے عوام اور خانقاہ سراجیہ کے لوگ یوٹیلیٹی اسٹورز سے سستی اشیا اور سبسڈی سے محروم رہیں گے۔ (محمد صدیق)

عوام کو درپیش مشکلات کے حوالے سے احتجاجی مظاہرہ

چمن عوامی تحریک کے تحت پرمٹ سسٹم کے خلاف، نادرا پاسپورٹ دفاتر میں عوام کو درپیش مشکلات، منشیات کے اڈوں میں اضافہ، پاک افغان سرحد پر شہریوں کو ناجائز تنگ کرنے کے خلاف شہر میں احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ احتجاجی مظاہرے میں شریک شرکاء راستے بھر عوامی مسائل کے خلاف نعرے بازی کرتے رہے۔ مظاہرے کے شرکاء نے پریس کلب کے سامنے دھرنا دیا، مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے عوامی تحریک کے رہنماوں نے کہا کہ شہر میں منشیات کے اڈوں کی بھرمار ہے مگر اس کے خلاف انتظامیہ کوئی کاروائی نہیں کررہی ہیں لگ ایسا رہا ہے کہ انتظامیہ اور منشیات فرشوں کا گٹھ جوڑ ہے۔ گرنگ چیک پوسٹ پر شہر تک چینی کی ترسیل بند کی گئی ہیں جس کے باعث شہری مہنگے داموں چینی خریدنے پر مجبور ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نادرا دفتر میں عوام کی مشکلات میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے نادرا کے ٹوکن فروخت ہورہے ہیں اور پہلے آنے والے شہریوں کو نمبر دیر سے ملتا ہے جبکہ پاسپورٹ دفتر میں شہریوں کو پیسوں کے لئے تنگ کیا جارہا ہے اور جو پیسے نہ دیں ان کو غیر ضروری طور پر دستاویزات کی صفائیاں مانگی جارہی ہے۔ جبکہ پاک افغان سرحد پر محنت کشوں کو بے جا تنگ کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ انہوں نے حکام بالا سے مطالبہ کیا کہ وہ درپیش مسائل کے حل کیلئے اقدامات اٹھائے، مسائل نہ ہوئے تو احتجاجاً کوئٹہ چمن شاہراہ بند کریں گے۔ (محمد صدیق)

اٹھا کر لاپتہ کر دیا

خیبر لنڈی کوتل کے رہائشی مثل خان تحصیل کے سابقہ پی اینڈ ڈی اور ایجوکیشن افسر رہ چکے ہیں جبکہ ان کا بیٹا صدام حسین کیڈٹ کالج کا طالبعلم ہے۔ باپ بیٹے کے علاوہ ان کے ایک ساتھ رہنے والے رشتہ دار بھی لاپتہ ہے۔ ماہ جون 2023 میں مقامی پولیس کے ساتھ تلخ کلامی پر صدام حسین کو عدالتی حکم نامے کے بغیر گرفتار کر کے درجن سے زیادہ پولیس اہلکاروں نے ایس ایچ او کی نگرانی میں سٹیشن کے اندر نہ صرف بدترین تشدد کیا بلکہ اس کو ہراساں کرنے کی ویڈیو بھی بنائی گئی۔ اب ماہ اگست میں اداروں نے باپ بیٹے کو حراست میں لے کر غائب کر دیا ہے۔ ایک ہفتہ سے زیادہ گزرنے کے بعد ان کے بارے میں کچھ معلومات تک نہیں کہ ان کو کہاں لے جایا گیا ہے۔ ہم تمام متعلقہ اداروں سے ان کی بازیابی اور انہیں عدالت میں پیش کرنے کی استدعا کرتے ہیں بصورت دیگر ان کے رشتہ دار پاک افغان شاہراہ پر احتجاج کریں گے۔ اس کے علاوہ ضلع خیبر کی تحصیل باڑہ سے تعلق رکھنے والا یاسین ولد کراخیل کو 4 اگست جمعہ کے دن سیکیورٹی فورسز نے اپنے گھر سے اٹھایا جو کہ بظاہر کسی مقدمے میں مطلوب نہیں۔ یاسین پیشہ کے لحاظ سے طالب علم ہے۔

(مسعود شاہ)

عمر رسیدہ شخص کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا

عمرکوٹ پیرمندر کے قریب میگھانی چوک پر بعض لوگوں نے ایک عمر رسیدہ غریب آدمی آسن میگھواڑ کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ قریب کھڑے لوگ خاموش تماشائی بنے رہے اور کسی نے متاثرہ شخص کی مدد کی کوشش نہیں کی۔ سرعام مار پیٹ والی وڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی جس کا پولیس کے مقامی و اعلیٰ حکام نے سختی سے نوٹس لیا۔ بعد میں سٹی پولیس تھانہ عمرکوٹ نے متاثر پیرسن آسن میگھواڑ کی فریاد پر مستری گوڑ و میگھواڑ اور اس کے دو بیٹوں نمکیلش اور جگمال کے خلاف مقدمہ درج کر کے نامزد ملزم گوڑ و میگھواڑ کو گرفتار کر لیا۔ آسن میگھواڑ نے بتایا کہ مذکورہ ملزمان نے بلاوجہ میرے گھر پر حملہ کر کے گھر کے اندر گھسے اور مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر مرکزی چوک پر لے گئے اور سرعام شدید مار پیٹ کا نشانہ بنایا۔ پولیس کے مطابق واقعے کی مکمل جانچ کی جا رہی ہے اور مقدمے میں نامزد تمام ملزمان کو جلد گرفتار کیا جائے گا۔

(نامہ نگار)

مریضوں کو مشکلات کا سامنا

چمن سنڈیمن پراونشل اسپتال کوئٹہ کے احاطے میں واقع پردہ کلب میں آئے روز موسیقی کے پروگرام کا انعقاد کیا جاتا ہے جس سے اسپتال میں داخل مریضوں اور ان کے لواحقین سمیت ڈیوٹی پر مامور ڈاکٹروں اور دیگر سٹاف کو سخت تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شہری سید علی اچکزئی نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے نمائندے کو بتایا کہ اسپتال میں جہاں مریض زندگی اور موت کی لڑائی لڑ رہے ہوں اور وہ مریض جو بعد میں وہاں انتقال کر جائیں ان کے لواحقین کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی جب وہ ایک طرف تو اپنے مریضوں کیلئے پریشانی سے دوچار ہوں اور دوسری طرف اسپتال کے احاطے میں واقع اس کلب سے آنے والی موسیقی کی آوازیں ان کے کانوں میں گونج رہی ہوں۔ اسپتال انتظامیہ نے اس غیر قانونی اور قبضہ گیر پردہ کلب کے ان غیر قانونی موسیقی پروگرام کے خلاف متعدد بار حکام بالا کو آگاہ کیا ہے لیکن چونکہ اس غیر قانونی کلب کو حکمرانوں کی مکمل حمایت حاصل ہے اس لیے اس کے خلاف کوئی کارروائی عمل نہیں آتی۔ حکام بالا سے اپیل کرتے ہیں کہ سول اسپتال کے احاطے میں واقع اس غیر قانونی کلب کو فی الفور ختم کر کے یہ زمین اسپتال کے استعمال میں لائی جائے تاکہ یہاں موسیقی کے پروگرام کی بجائے مریضوں کا علاج کیا جائے۔

(محمد صدیق)

صحافی کو جان سے مار دیا گیا

سکھر، حیدرآباد، نوشہرفیروز 13 اگست کو سکھر شہر میں دو موٹر سائیکل سوار افراد نے کے ٹی این کے نامور صحافی جان محمد مہر کو گولیاں مار کر قتل کر دیا۔ قتل کا یہ واقعہ رات کے لگ بھگ ساڑھے نو بجے پیش آیا۔ حملہ آوروں نے گولیاں ماریں جس کے بعد جان محمد کو زخمی حالت میں ایک نجی اسپتال میں داخل کروایا گیا تھا مگر وہ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور جاں بحق ہو گئے۔ مقتول کے بھائی کی مدعیت میں شیر محمد مہر، قربان مہر، ضمیر مہر اور دیگر کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ قتل کی وجہ خاندانی دشمنی تھی۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جانب سے صحافی جان محمد مہر کے قاتلوں کی عدم گرفتاری کے خلاف حیدرآباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس موقع پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی ریجنل کوآرڈینیٹر حیدرآباد غفرانہ آرائیں، کونسل رکن سلیم جروار، محبت آزاد ایڈووکیٹ، حسین مسرت، نسیم جلبانی، بلال احمد خان ناغڑ، الطاف حسین ایڈووکیٹ، قادر بخش چانگ، اعجاز لغاری، جانی خاصخیلی، اشوک کمار، رضوان مسیح، محترمہ نسرین کرم مسیح، افشاں سیمٹو، آرون رلوانی اور بوٹا امتیاز نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں صحافیوں کی زندگی کو خطرات لاحق ہیں، صحافیوں کے قتل کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے جو نہ صرف افسوسناک بلکہ قابلِ مذمت عمل ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ صحافی جان محمد مہر کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ اس کے علاوہ، سندھ جرنلسٹس کونسل کی مرکزی کال پر سینئر صحافی جان محمد مہر کے قتل اور ملزمان کی عدم گرفتاری پر اللہ والہ چوک نوشہرو فیروز میں صحافیوں، سیاسی و سماجی رہنماؤں اور وکلا برادری نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور دھرنا دیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ جان محمد مہر کے قاتلوں کو بلاتاخیر گرفتار کر کے سزا دی جائے بصورت دیگر سندھ بھر میں احتجاجی تحریک چلائی جائے گی۔

(شاکر جمالی، بوٹا امتیاز، الطاف حسین قاسمی)

تعلیم

ادھورے ترقیاتی منصوبے مکمل کیے جائیں

نوشکی اطلاعات موصول ہورہی ہیں کہ سابق وزیر اعظم پاکستان میاں شہباز شریف نے نوشکی کے لیے جو ٹیکنیکل یونیورسٹی منظور کی تھی اسے کسی دوسرے ضلع میں منتقل کرنے کی منصوبہ بندی ہورہی ہے حالانکہ نوشکی انتظامیہ نے اس مقصد کے حصول کے لیے اراضی بھی الاٹ کر دی تھی۔ نوشکی کے عوامی نمائندوں، سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کی عدم توجہی کے باعث ضلع چاغی کی تقسیم کے وقت سے ہی نوشکی کے ساتھ ناانصافیوں اور زیادتیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ ضلع چاغی کو وسیع و عریض رقبے کی وجہ سے 2004 میں دو اضلاع نوشکی اور چاغی میں تقسیم کیا گیا۔ ضلع نوشکی کے حصے میں 5798 مربع میل اور ضلع چاغی کے حصے میں 44 ہزار سے زائد رقبہ آیا۔ تقسیم کے باوجود بھی چاغی بدستور رقبے کے اعتبار سے پاکستان کا سب سے بڑا ضلع ہے۔ پانچ سال قبل واشک، خاران، چاغی اور نوشکی اضلاع پر مشتمل رخشان ڈویژن کے نام سے نئے ڈویژن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ایک سال قبل وزیر اعظم شہباز شریف نے اپنے دورہ کوئٹہ کے موقع پر بی این پی کے قائد سردار اختر مینگل کے اصرار پر نوشکی کے لیے ٹیکنیکل یونیورسٹی کے قیام کا اعلان کیا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے نوشکی انتظامیہ نے احمد وال کے قریب اراضی بھی الاٹ کر دی لیکن اب شنید میں آرہا ہے کہ مذکورہ یونیورسٹی کو نوشکی سے دوسرے ضلع میں منتقل کیا جارہا ہے۔ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے نفرتوں میں اضافہ ہوتا اور امن امان کی صورتحال متاثر ہوتی ہے۔ نوشکی کے عوامی نمائندوں، سیاسی جماعتوں، سول سوسائٹی اور سماج کے ہر فرد کو نوشکی سے ٹیکنیکل یونیورسٹی کی منتقلی کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے احتجاجی تحریک اور قانونی چارہ جوئی کی حکمت عملی وضع کرنا ہوگی۔ نوشکی بہادر خان یونیورسٹی کے کیمپس کے لیے پانچ سال قبل کیڈٹ کالج کے قریب اراضی الاٹ کی گئی تھی لیکن پانچ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی مذکورہ منصوبے پر نہ جانے کن وجوہات کی بنا پر کام شروع نہیں کیا جارہا۔ گزشتہ چار سالوں سے ایس بی کا کیمپس ایلمنٹری کالج میں فنکشنل ہے جس کی وجہ سے خواتین اساتذہ کو اپنے پیشے سے متعلق تربیت کے لیے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مزید برآں نوشکی زرعی اسکوائر مارکیٹ، سپورٹس کمپلیکس اور 50 بستروں پر مشتمل اسپتال، خیصار ڈیم اور دیگر ادھورے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

(محمد سعید بلوچ)

بچیوں کی تعلیم میں حائل تمام رکاوٹیں ختم کی جائیں، ایچ آر سی پی

بدین پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے زیر اہتمام ایک سیمینار میں علمی، ادبی، سیاسی و سماجی کارکنوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں اور صحافیوں نے ریاست پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ بچیوں کی تعلیم میں حائل تمام رکاوٹیں ختم کرکے تعلیم کے لئے تمام وسائل سہولیات اور مناسب اور محفوظ ماحول مہیا کیا جائے۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کے زیر اہتمام ہونے والے سیمینار کے شرکاء نے ریاست پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ آئین پاکستان پر عملدرآمد کے علاوہ عالمی معاہدوں اور یقینی دہانیوں پر عمل کرتے ہوئے بچیوں کی تعلیم میں حائل تمام رکاوٹیں ختم کرے تاکہ حصول تعلیم کے لئے تمام وسائل سہولتیں اور مناسب اور محفوظ ماحول مہیا کیا جائے تاکہ ملک، قوم، معاشرے اور خاندان کی خوشحالی اور معیار زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے ایک پڑھی لکھی عورت اپنا اہم کردار ادا کر سکے۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی سندھ کے وائس چیئرمین قاضی خضر حبیب، ریجنل کوآرڈینیٹر ندا تنویر اور پروگرام ایسوسی ایٹ علی اوصت اور کونسل رکن سلیم جروار نے سندھ اور ضلع بدین میں تعلیم کی سہولتوں اور اقدامات کے حوالے سے محکمہ تعلیم حکومت سندھ کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے ناکافی سہولیات اور غیر معیاری اقدامات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتیں اپنی آئینی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہیں۔ قومی عوامی جمہوری پارٹی کے سینیئر نائب صدر خادم علی تالپور، سندھ یونائیٹڈ پارٹی کے مرکزی نائب صدر ایڈووکیٹ امیر آزاد پہنور، عوامی تحریک کے رہنما ایڈووکیٹ رام کوہلی، پروفیسر حاجی گھانچی، حیدرآباد یونین آف جرنلسٹ کے نائب صدر حاجی خالد محمود گھمن، بدین پریس کلب کے صدر شوکت میمن، سینئر صحافیوں تنویر احمد آرائیں، شفیع محمد جونیجو، عبدالشکور میمن، عبدالمجید ملاح، الطاف شاد میمن، سماجی رہنما صنم عباسی، صدف کریو اور دیگر نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ افسوس ہم ایسے ملک اور معاشرے میں رہتے ہیں جہاں کوئی بھی اپنی آئینی قانونی، سیاسی، اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری پوری نہیں کر رہا۔ یہی وجہ ہے کہ بچیوں کی ایک بہت بڑی تعداد اسکول جانے اور تعلیم حاصل کرنے کی بجائے گھر پر یا پھر چھوٹی ہی عمر میں محنت مزدوری کے علاوہ بھیک مانگتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ ظلم ستم جبر تشدد کا بھی شکار بن رہی ہیں۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم میں بہت سی رکاوٹیں اور مشکلات ہیں۔ پاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے ابھی تک ملک کے بچوں بالخصوص لڑکیوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مناسب نظام تعلیم تیار نہیں کیا اور نہ ہی لڑکیوں کو مناسب اور محفوظ ماحول مہیا کیا گیا ہے۔ شرکاء نے کہا کہ جس ملک کے دو کروڑ سے زائد چھوٹے بچے اسکولوں سے باہر اور تعلیم سے محروم ہوں وہ ملک اور معاشرہ کیا ترقی کرے گا؟ شرکاء کا کہنا تھا کہ بچیوں کی تعلیم کے بغیر ملک قوم اور معاشرے کی ترقیاتی اور خوشحالی ممکن ہی نہیں۔ شرکاء نے اس موقع پر مطالبہ کیا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتیں اپنی آئینی و قانونی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ملک کی ہر بچی اور بچے کا اسکول میں داخلہ ممکن بناتے ہوئے انہیں تمام تعلیمی سہولیات کی فراہمی یقینی بنائے۔

(بشکریہ اردو ٹوڈے)

سرکاری اسکول کی خستہ حال عمارت کی مرمت کی جائے

نوشہرو فیروز نوشہرو فیروز کے گاؤں صادق آباد میں گورنمنٹ ایلیمنٹری اسکول کی چھت کا پلستر زوردار دھماکے سے اچانک نیچے گر گیا، اساتذہ، طلبہ اور طالبات معجزانہ طور پر محفوظ رہے، تاہم طلبہ میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ عمارت کی مرمت کرائی جائے تاکہ معصوم طلباء کی قیمتی جانیں کسی حادثے کا شکار نہ ہوں۔ نواحی علاقہ پھل کے گاؤں صادق آباد میں گورنمنٹ ایلیمنٹری اسکول کی عمارت حالیہ بارشوں کی وجہ سے انتہائی خستہ حال ہوگئی ہے۔ اسکول کی دیواروں اور چھتوں کا پلستر آئے روز اچانک گرتا رہتا ہے جس کے باعث بچوں اور اساتذہ میں شدید خوف پھیل گیا ہے۔ اسکول میں 200 سے زائد بچے زیر تعلیم ہیں جنہیں تعلیم کی مؤثر سہولیات فراہم نہیں کی جارہی ہیں۔ اسکول میں بجلی کا مؤثر نظام نہیں اور مزید یہ کہ بچے زمین پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔

(الطاف حسین قاسمی)

اقلیتیں

ہندو برادری کی جائے عبادات اور املاک کی حفاظت کی جائے

نوشکی مینگل انام بوستان روڈ پر واقع گرلز ڈگری کالج کے قریب پہاڑی سلسلہ میں ہندو برادری کے شمشان گھاٹ میں چوری کا ایک وقوعہ پیش آیا ہے۔ کچھ لوگ شمشان گھاٹ کے دروازے، کھڑکیاں اور چھت توڑ کر سریا اور کمروں میں موجود تمام سامان چوری کر کے فرار ہو گئے۔ ایک سال قبل بھی شمشان گھاٹ سے نامعلوم افراد شمشان گھاٹ سے ہزاروں روپے مالیت کا سامان لے اڑے تھے۔ شمشان گھاٹ کی بے حرمتی کے اس عمل کی نوشکی کے شہریوں، سماجی و مذہبی حلقوں، سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی نے مذمت کرتے ہوئے ہندو برادری کو اپنے مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ہندو برادری کی عبادت گاہوں اور دوسرے مقامات کی حفاظت اور تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ پولیس کا کہنا ہے کہ دو ملزمان کو حراست میں لے لیا گیا ہے اور مزید تفتیش جاری ہے۔ ہندو برادری کے رہنما چوہدری سندیپ لال، سماجی رہنماؤں مکیش کمار، میندر کمار اور دیگر نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اقلیتی برادری کی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ 31 جولائی کو انام بوستان روڑ اور یکم اگست کو مسجد لنک پر پر دن دھاڑے موٹر سائیکلوں پر سوار نامعلوم مسلح افراد اسلحے کے زور پر دو ہندو تاجروں سے سے تین لاکھ روپے لوٹ کر فرار ہو گئے۔ ان واقعات کے خلاف 2 اگست کو ہندو برادری انجمن تاجران کی اپیل پر نوشکی میں بطور احتجاج شٹر ڈاؤن ہڑتال کی گئی۔ تمام مارکیٹس کاروباری مراکز بند رہے اور ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ مظاہرین نے ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 24 گھنٹوں کے دوران شہر کے وسط میں واقع دو دکانوں میں دن دہاڑے گن پوائنٹ پر چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں پولیس اور انتظامیہ کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ شہریوں اور تاجر برادری کے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں اور چوری اور ڈکیتی کی وارداتوں میں ملوث ملزمان کو فوری طور پر گرفتار کر کے سزا دی جائے۔ سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے اس سلسلے میں ڈپٹی کمشنر نوشکی سے ملاقات کی اور انھیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ ڈپٹی کمشنر نے ملزمان کی گرفتاری کی یقین دہانی کرائی ہے۔

(محمد سعید بلوچ)

احمدیوں کی جائے عبادات پر حملے

سانگھڑ، بہاولنگر، وہاڑی بعض شر پسندوں نے احمدیوں کی عبادت گاہوں پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ انہیں قانون کی پکڑ کا کوئی خوف نہیں۔ 5 اگست کو سانگھڑ شہر میں واقع ایک عبادت گاہ پر چند شر پسندوں نے حملہ کیا اور عبادت گاہ کے کچھ حصوں کو ہتھوڑوں کی ضربیں لگا کر توڑ ڈالا۔ رواں سال کے دوران، سندھ میں احمدی عبادت گاہوں پر یہ ساتواں حملہ تھا۔ کسی ایک حملے کے ملزم بھی گرفتار نہیں ہوئے۔ 6 اور 7 اگست کی درمیانی رات بہاولنگر کے چک 168 مراد میں احمدی عبادت گاہ کے مینار توڑ دیے گئے۔ پاکستان میں پہلے سے غیر محفوظ احمدی برادری کے لیے حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ احمدیوں کو ملک کے کئی عناصر کے مظالم کا مسلسل سامنا ہے اور پاکستان، خاص طور پر پنجاب کے مختلف علاقوں میں کئی انتہا پسند لوگ احمدی عبادت گاہوں کو نشانہ بنا رہے ہیں اور انہیں حکام کی طرف سے یہ کام کرنے کی بظاہر کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے کیونکہ حکام ان کی گرفتاری اور محاسبے کے لیے کسی قسم کی کارروائی نہیں کر رہے۔ پولیس اور حکومت کے دیگر کئی ادارے احمدیوں کے خلاف ایک فریق کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ وہ احمدیوں کی جائے عبادات کو تحفظ فراہم کرنے کی بجائے خود ان کی بے حرمتی کر رہے ہیں اور یہ اقدامات ہر روز کھلے عام ہو رہے ہیں۔ 8 اگست کو پولیس نے ضلع وہاڑی کے چک ای بی 373 تھانہ شیخ فاضل کی حدود میں واقع ایک عبادت گاہ کا مینار توڑ کر ملبہ اپنے ساتھ لے گئے۔ اسے 53 برس قبل تعمیر کیا گیا تھا۔ ریاستی اداروں کو چاہیے کہ وہ اس غیر محفوظ برادری کو سماج کے انتہا پسند عناصر سے تحفظ فراہم کریں۔ وطن عزیز میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ ریاستی ادارے انتہا پسندوں کو کنٹرول کرنے کی بجائے ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ انتہا پسندوں کی ان کارروائیوں کی وجہ سے پوری دنیا میں ملک کا نام بدنام ہو رہا ہے۔ ہماری ریاست دنیا کو اسلاموفوبیا کے خلاف درس دے رہی ہے مگر اپنے غیر محفوظ اور مظلوم طبقوں کے تحفظ کے لیے خاطر خواہ کام نہیں کر رہی۔ محبّ وطن احمدی برادری جس نے پاکستان کے قیام میں اہم کردار ادا کیا، ان گروہوں کے مظالم کا نشانہ ہے جو پاکستان کے قیام کے خلاف تھے۔

(عامر محمود)

جڑانوالا میں مسیحی برادری پر حملہ نا قابل برداشت ہے

ٹانک۔ حیدرآباد جڑانوالا میں مسیحی برادری کے گھروں اور مذہبی مقامات پر حملے اور جلانے کی پرزور مذمت کرتے ہیں، ان حملوں میں ملوث کرداروں کو قانون کی کٹہرے میں لا کر سخت سزائیں دی جائیں اور حملے میں ہونے والے نقصانات کا ازالہ کیا جائے'۔ ان خیالات کا اظہار کرسچن ویلفیئر سوسائٹی ضلع ٹانک کے صدر جمیل مسیح نے میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کے دوران کیا۔ صدر جمیل مسیح کا کہنا تھا کہ پاکستان میں رہنی والی تمام اقلیتی برادری کو مذہبی آزادی حاصل ہے، تاہم اس طرح کے واقعات کی وجہ ہم مایوس ہو جاتے ہیں۔ مختلف علاقوں میں رہائش پذیر مسیحی برادری کے زیر اہتمام جڑانوالہ، پنجاب واقعے کے خلاف ریڈیو پاکستان سے حیدرآباد پریس کلب تک احتجاجی ریلی نکالی گئی جس میں وکلاء اساتذہ اور سول سوسائٹی کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس موقع پر صوبہ بھٹی ایڈووکیٹ،، بوٹا امتیاز مسیح، ندیم قیصر ایڈووکیٹ، سلیم یوسف سہوترا ایڈووکیٹ، آصف پیٹرک، گلشن دلشاد ایڈووکیٹ، پاسٹر شہزاد گل، شمعون مسیح، اشفاق ہنجرا مسیح، ڈاکٹر گلزار گل، مسز صوبیہ بھٹی ایڈووکیٹ، یوسف خان مسیح، سلیم مسیح، پاسٹر عارف مسیح، عمران بگا و دیگر نے وزیراعظم پاکستان، چیف جسٹس آف پاکستان، وزیر اعلیٰ پنجاب اور وفاقی وزیر مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ جڑانوالہ پنجاب کے مسیحی عوام کو فوری طور پر انصاف اور تحفظ فراہم کیا جائے۔ دوسری طرف ڈایوسیس آف حیدرآباد چرچ آف پاکستان کے مسیحی مذہبی رہنما بشپ و ڈپٹی ماڈریٹر کلیم جان اور ایشلے فاروق نے جڑانوالہ واقعے کی بھرپور مذمت کی۔

(ارشاد محسود، بوٹا امتیاز)

انسانی حقوق کے عالمی دن

جنوری

27 جنوری ہولوکاسٹ کے متاثرین کی یاد میں دعائیہ تقریب کا عالمی دن

فروری

4 فروری کینسر کا عالمی دن
6 فروری خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن
13 فروری ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)
20 فروری سماجی انصاف کا عالمی دن
21 فروری مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)

مارچ

یکم مارچ امتیاز کے خاتمے کا دن (یواین ایڈز)
3 مارچ جنگلی حیات کا عالمی دن
8 مارچ خواتین کا عالمی دن
15 مارچ اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد
15 مارچ صارفین کے حقوق کا عالمی دن
20 مارچ خوشی کا عالمی دن
21 مارچ نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی دن
21 مارچ شاعری کا عالمی دن (یونیسکو)
21 مارچ نوروز کا عالمی دن
21 مارچ پیدائشی ذہنی معذوری کا عالمی دن
21 مارچ جنگلات اور درخت کا عالمی دن
22 مارچ پانی کا عالمی دن
23 مارچ موسمیات کا عالمی دن (ڈبلیو ایم او)
24 مارچ تپ دق کا عالمی دن
24 مارچ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں سے متعلق حقائق کو جاننے کے حق اور متاثرین کی عزت نفس کا عالمی دن
25 مارچ غلامی اور غلاموں کی سمندر پار تجارت کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
25 مارچ عملے کے زیر حراست اور لاپتہ اراکین سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

اپریل

2 اپریل خودفکری سے آگاہی کا عالمی دن
4 اپریل کانوں سے متعلق آگاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن
6 اپریل ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن
7 اپریل روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
7 اپریل صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
12 اپریل خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن
22 اپریل مادر ارض کا عالمی دن
23 اپریل کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن
23 اپریل انگریزی زبان کا عالمی دن
25 اپریل ملیریا کا عالمی دن۔(ڈبلیو ایچ او)
26 اپریل ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (وپیو)
28 اپریل دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن
29 اپریل کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
30 اپریل جاز (موسیقی) کا عالمی دن

مئی

3 مئی آزادی صحافت کا عالمی دن
8-9 مئی دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن
10-11 مئی نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یواین ای پی)
13 مئی ''ویساک'' پورے چاند کا عالمی دن
15 مئی کنبوں کا عالمی دن
17 مئی ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)
21 مئی بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن
22 مئی حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن
23 مئی زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن
29 مئی اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن
31 مئی تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

جون

یکم جون والدین کا عالمی دن
4 جون جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن
5 جون ماحول کا عالمی دن (یواین ای پی)
8 جون سمندروں کا عالمی دن
12 جون چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن
14 جون خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
15 جون بزرگوں سے ناروا سلوک سے آگاہی کا عالمی دن
17 جون زمین کے صحرا بُر دہونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن
20 جون مہاجرین کا عالمی دن
23 جون اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن
23 جون بیواؤں کا عالمی دن
25 جون ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)
26 جون ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل و حمل کے خلاف عالمی دن
26 جون تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

جولائی

5 جولائی تعاون کنندگان کا عالمی دن (جولائی کا پہلا ہفتہ)
11 جولائی آبادی کا عالمی دن
18 جولائی نیلسن منڈیلا کا عالمی دن
28 جولائی ہیپاٹائٹس کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
30 جولائی دوستی کا عالمی دن
30 جولائی انسانی سمگلنگ کے خلاف عالمی دن

اگست

9 اگست دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن
12 اگست نوجوانوں کا عالمی دن
19 اگست انسانیت پسندی کا عالمی دن
23 اگست غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)
29 اگست جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن
30 اگست جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

ستمبر

5 ستمبر خیرات کا عالمی دن
8 ستمبر خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
12 ستمبر اقوام متحدہ کا جنوب۔جنوب اشتراک کا دن
15 ستمبر جمہوریت کا عالمی دن
16 ستمبر اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
21 ستمبر امن کا عالمی دن
25 ستمبر ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)
26 ستمبر جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
27 ستمبر سیاحت کا عالمی دن (یواین ڈبلیو ٹی او)

اکتوبر

یکم اکتوبر معمر افراد کا عالمی دن
2 اکتوبر عدم تشدد کا عالمی دن
5 اکتوبر اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)
6 اکتوبر جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)
9 اکتوبر ڈاک کا عالمی دن
11 اکتوبر بچیوں کا عالمی دن
13 اکتوبر آفات میں کمی کا عالمی دن
15 اکتوبر دیہی خواتین کا عالمی دن
16 اکتوبر خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)
17 اکتوبر غربت کے خاتمے کا عالمی دن
24 اکتوبر اقوام متحدہ کا دن
24 اکتوبر ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن
27 اکتوبر سماعتی و بصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

نومبر

2 نومبر صحافیوں کے خلاف جرائم کے حوالے سے سزا سے استثنیٰ کے خاتمے کا عالمی دن
6 نومبر جنگ اور مسلح تنازعات کے دوران ماحول کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کا عالمی دن
10 نومبر امن اور ترقی کے لیے سائنس کا عالمی دن
14 نومبر ذیابیطس کا عالمی دن
16 نومبر رواداری کا عالمی دن
16 نومبر ٹریفک حادثات کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن (نومبر کا تیسرا اتوار)
19 نومبر بیت الخلاء کا عالمی دن
20 نومبر بچوں کا عالمی دن
20 نومبر فلسفے کا عالمی دن (نومبر کی تیسری جمعرات)
21 نومبر ٹیلی ویژن کا عالمی دن
22 نومبر صنعت کاری کا عالمی دن
25 نومبر خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کا عالمی دن
29 نومبر فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

دسمبر

یکم دسمبر ایڈز کا عالمی دن
2 دسمبر غلامی کے خاتمے کا عالمی دن
3 دسمبر معذور افراد کا عالمی دن
5 دسمبر معاشی اور سماجی ترقی کے لیے رضا کاروں کا عالمی دن
5 دسمبر زرعی زمین کا عالمی دن
7 دسمبر شہری ہوابازی کا عالمی دن
9 دسمبر بدعنوانی کے انسداد کا عالمی دن
10 دسمبر انسانی حقوق کا عالمی دن
11 دسمبر پہاڑوں کا عالمی دن
18 دسمبر تارکین وطن کا عالمی دن
20 دسمبر انسانی یکجہتی کا عالمی دن

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ
یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشو نما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو ونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سید رضا شاہ